خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ

حلیۂ ملیہ

فیصل آباد پاکستان

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ بمطابق مارچ 2015ء

کلمۃ الحبیب

آج کی ترقی یافتہ دنیا اور مسلمان

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

* مجالس سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ
* تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں — ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
* ایمان بالآخرۃ اور حشر اجساد کا مسئلہ — مولانا عبدالرؤف رحمانی

* اسلام اور فرقہ واریت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمہ اللہ

* حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال
* خواتین کے صفحات — خادمۃ القرآن

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

www.milliafsd.com

جناب شاہ حسینؒ خیر بندہ نوازی رحمۃ اللہ علیہ

آں عاشقِ الٰہ　　مقبولِ بارگاہ

چشم و چراغِ چشت　　سلطانِ خانقاہ

مہتابِ کرّ و فر　　خورشیدِ عزّ و جاہ

پیشانیش فراخ　　روشن چو مہر و ماہ

طبعش فروغِ بزم　　ذاتش چراغِ راہ

انوارِ روضتین　　ہر شام و ہر پگاہ

گلبرگہ شریف　　بر شانِ او گواہ

گیسو دراز بودہ　　خوش قلب و خوش نگاہ

زیں عرصۂ حیات　　رحلت نمود آہ

گفتہ دلم نفیسؔ　　سالِ وصالِ شاہ

"شاہِ حسینِ خیر بندہ نوازی آہ"
۱۳۸۵ھ

ہم "عاقبت بخیر" گفتہ دلِ تباہ
۱۳۸۵ھ

○

سجّادہ نشین روضۂ بزرگ گلبرگہ شریف

۱۳۸۵ھ (۶۶-۱۹۶۵ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ ملیّہ

فیصل آباد پاکستان

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

شمارہ نمبر 5 جلد نمبر 11

بمطابق مارچ 2015ء

فہرست مضامین

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر
مولانا حماد الرحمن لدھیانوی

نائب مدیر
مولانا جواد الرحمن لدھیانوی

فی شمارہ 30 روپے

پاکستان میں سالانہ 300 روپے
سالانہ بدل اشتراک بیرونِ ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے

ماہنامہ ملیّہ جامعہ ملیّہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان
041-8711569,
0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمن لدھیانوی

مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

آج کی ترقی یافتہ دنیا اور مسلمان

کلمة الحبیب

ابوالفرس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی :

آج دنیا میں سب سے زیادہ جس موضوع کو پڑھا سمجھا اور غور کیا جارہا ہے، دنیا کے بہترین دماغ کرید کرید کر سامنے لا رہے ہیں، وہ مخفی باتیں جو صدیوں سے نہ کھلی تھیں آج کھولی جارہی ہیں ، ممالک کے بجٹ کا بڑا حصہ جس بات پر خرچ کیا جارہا ہے، وہ موضوع مذہب ہے اور مذہب کے در پردہ اسلام ہے ۔کہ اسلام کیا ہے ؟ اتنا اہم کیوں ہے؟ اس کا ماضی کیا ہے؟ مستقبل میں اس کا اثر کتنا، کیسے ، کیوں ہوگا ؟ دنیا کے مذاہب اور اسلام میں کیا فرق ہے؟ غرض ایک لامتناہی تحقیق اس موضوع پر ہورہی ہے۔ چنانچہ دنیا کے بہترین دماغوں کو یونیورسٹیوں ،این جی اوز ،اور تھنک ٹینک کی شکل میں مختلف رپوٹیں ،سفارشات اور لائحہ عمل بار بار پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

اس سے ہمیں خوش فہمی کی بجائے سوچنا چاہیے کہ اوروں کو کیا ضرورت پیش آگئی ہمارے بارے میں سوچیں اور اسلام پر تحقیق کریں، ایسی کیا اہم بات ہوگئی ہے کہ اچانک اسلام پر اتنی سفارشات تیار ہورہی ہیں،اور ہر دانشور اسلام اور مسلمانوں کا ماہر بنتا نظر آرہا ہے،اسلام کا معاشی نظام ،عدالتی نظام،معاشرتی نظام،اسلام اور امن عالم،اس قسم موضوعات پر بحث ہورہی ہے،

comparative Religion مقارنۃ الادیان جیسے حساس موضوع کو اجاگر کیا جارہا ہے،کبھی ہم آہنگی اور برداشت کے نام پر دنیا کے تمام ادیان اور مذاہب کو مشترکات تلاش کرکے یک جا کرنے کی دیدہ زیب خوبصورت مہم چلائی جارہی ہے، جس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ اب کسی کو دین اور اسلام کی دعوت اور تبلیغ کی ضرورت نہیں، بلکہ ہر کوئی اپنے مذہب کے مطابق خدا، گاڈ، رام کو یاد

کرے تو مقصد ایک ہی ہے اور وہ ادا ہو جائیگا، اور خدا کے ماننے والے، اسی کی عبادت کرنے والے اب اکٹھے کیوں نہیں ہو جاتے، لہذا بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔

ہمیں اس کا جواب جاننے کے لئے تاریخ میں جھانکنے کی ضرورت ہے، کہ مسلمانوں نے تقریبا ۱۲ صدیاں مختلف دورانیہ میں دنیا پر حکومت کی ہے، دنیا کے فیصلے اس کی ہاں اور ناں سے ہوتے رہے ہیں، اور اس دوران ان کے علمی فنی اور جغرافیائی کارنامے ایسے تھے جنہوں نے ساری دنیا کو مبہوت کیا ہوا تھا۔ دنیا کا کوئی علمی ،فنی موضوع ایسا نہیں تھا جس کی خدمت ان لوگوں نے نہ کی ہو، خوارزمی ،ابن الہیثم، ابن بطوطہ اور البیرونی تو چند نام ہیں جن کو آج کی دنیا جانتی ہے وگرنہ ایسے ایسے رجال کار پیدا ہوئے کہ   ایں خانہ آفتاب ومہتاب است

اسی وجہ سے ایک یورپین فلاسفر نے کہا تھا، کہ مسلمانوں کے پاس وہ کچھ ہے کہ اس کا تھوڑا سا حصہ بھی اگر دنیا متعارف ہو جائے تو اسے مسلمان ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا،

لیکن تاریخ کو ہمارے سامنے ایسے مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے کہ آج اگر اسے پڑھا جائے تو لگتا ہے کہ آج سے دوسو سال پہلے اچانک دنیا بیدار ہوئی راتوں رات سائنس ان پر نازل ہوگئی ، ایجادات کا صدیوں سے جمود ٹوٹ گیا اور دنیا میں انقلاب آ گیا، دنیا ماڈرن ایج (روشن تاریخ) میں داخل ہوگئی، اس کا ایسے ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہ دے، یہ قصدا بھلا دیا گیا کہ یہ سب کچھ اسلامی دنیا کے ماہرین اور بہترین دماغوں کے بنائی ہوئی بنیادوں کی وجہ سے ممکن ہوا، اور اس میں مسلمانوں کی ۱۲ صدیوں کا حصہ ہے، گویا یہ ترقی کا مسلسل عمل ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ مسلم دنیا سے مغرب کی طرف گیا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ یورپ تو ڈارک ایج (تاریک دور) سے گزر رہا تھا مگر اسی دور میں اسلامی خطہ اپنا بھرپور دور گزار رہا تھا، عالمی قانون ،معیشت ،تجارت ،فن، علم ،افواج ،طاقت اور مال و دولت کے اعتبار سے اسلامی دنیا کا کوئی ہمسر نہیں تھا، اور یورپ پاپائیت ،لسانیت ،بداخلاقی اور لاقانونیت کا منبع بنا ہوا تھا،

حضرت ندویؒ لکھتے ہیں، خودساختہ انسانیت کے علم برداروں نے انسایت کے ساتھ ایسا مذاق کیا کہ ”نوع انسانی اپنی طویل تاریخ میں ہمیشہ خودساختہ راہنماؤں اور برسر اقتدار شخصیتوں کا

کھیل اور مذاق ،اور قانون سازوں اور حکماء کے تجربات کا نشانہ بنتی رہی ہے،ایسے لوگوں نے اپنے ابنائے جنس اور اپنے ہی جیسے انسانوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جو ایک بچہ کاغذ کے ٹکڑے کے ساتھ کرتا ہے، بچہ کبھی کاغذ کو لپیٹتا، کبھی پھیلاتا، کبھی کھولتا کبھی بند کرتا اور جب چاہے پھاڑتا اور جلا ڈالتا ہے۔

ان کے لئے انسانی زندگی ،اس کی ترقی کے امکانات اور وسیع مضمرات کی کوئی قیمت نہیں ، اللہ تعالیٰ نے انسان میں اطاعت اور فرمانبرداری کی جو صلاحیت ودیعت فرمائی ہے،اور قائدین پر اعتماد اور جانثاری کی جو صفت رکھی ہے،اس کے سلسلے میں انہوں نے نہ خداترسی سے کام لیا، نہ حق اور انصاف کے تقاضے پورے کئے ،نہ کسی تعلق اور ذمہ داری کا لحاظ کیا اور اسے انہوں نے اپنی خواہش و منشاء کا آلہ کار اور قیادت ع وسیادت اور اغراض کا ذریعہ بنالیا۔

انبیاء نے صرف عقیدہ وشریعت اور صرف ایک نئے دین اسلام ہی کی دعوت نہیں دی بلکہ وہ تہذیب وتمدن اور نئے طرز حیات کے بھی بانی ہوتے ہیں جو ربانی تہذیب کہلانے کی مستحق ہوتی ہے‘‘۔

یہ جب وحی اور نبوی تعلیمات سے دور ہوئے تو اپنے ماضی کے ردعمل میں مذہب ،اخلاق ، معاشرت اور خاندانی نظام سے دور ہو بیٹھے اور اب ہوس ناک نگاہوں سے دیکھ رہا ہے کہ مسلمان بھی اپنا سب کچھ تباہ کر بیٹھیں ،اسی لیئے اس نے اسلامی تاریخ کو ایسے مرتب کیا کہ مسلمان اور اسلامی خطہ اپنے تابناک ماضی پر فخر کرنے کی بجائے اس عار محسوس کرنے لگے۔

مسلم حکمرانوں کی تاریخ جب سنائی جاتی ہے تو سوائے جھوٹی سچی محلاتی سازشوں اور کہانیوں کے سب ایسے چھپالیا جاتا ہے کہ جیسے اتنی صدیاں انتقال اقتدار کی محلاتی سازشوں اور لڑائیوں کے دنیا میں انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔اسی لئے ان مسلم حکمرانوں اور ان کے ادوار میں ہونے والے کام اور عوام کے لئے محیر العقول کارنامے ،فلاحی اور انسانی خدمات یکسر فراموش کر دی جاتی ہیں۔

یہ سب تحقیقات ،سیمینارات ،تھنک ٹینک کی رپوٹیں اور لائحہ عمل اسلیئے تیار ہو رہا ہے کہ انہیں اب کیسے اپنے راستے پر لانا ہے ،اسی لیے بذریعہ میڈیا ،کالم ،اور کتب کے اسلام کی دیدہ زیب تشریح کی جا رہی ہے ،اور نئے زمانے ہم آہنگ ہونے کا کہا جا رہا ہے ،انکر پرسن کالم نگاروں کے منہ میں الفاظ ڈالے جا رہے ہیں ،روشن خیال مسلمان اور دقیانوسی مسلمان کی تشریح کی جا رہی ہے ،ان سب کے ساتھ ساتھ

دنیا سے قدم باقدم چلنے کا راستہ دیا جا رہا ہے، مسلم زعما اور علما سے عوام کو بھرپور بدظن کیا جا رہا ہے، ان کے لیے وہ ہی الفاظ جو کبھی پوپ اور پاپائیت کے لئے استعمال کئے جاتے تھے، انہیں رواج دے کر عوام اور مذہبی طبقہ میں وسیع خلیج پیدا کی جا رہی ہے،

ہمیں یہ سکھایا جا رہا ہے کہ ہم ایک بھرپور نقال قوم بن جائیں، دنیا میں ترقی کے راستے وہ ہی ہیں جو دیگر اقوام نے آج کے دور میں طے کر لیے ہیں، یعنی دھوکہ ایک آرٹ، جھوٹ فیشن، وعدہ خلافی آگے بڑھنے کا ذریعہ، دوسروں کا حق مارنا اپنا فرض، باحیا ہونا بے وقوفی اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ، بے حیا ہونا روشن خیالی اور ترقی کا راستہ، کم تول مہنگا بیچنا کاروباری راز، بدترین آمریت حقیقی جمہوریت ،فراڈ کرنا مفادات کا تحفظ، دوسروں کو بے غیرت بنانا انسانی حق، وغیرہ وغیرہ غرض یہ تمام چیزیں ہیں جسے آج کے دور میں ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور جنہیں ترقی کے نام پر ہمیں سکھلایا جا رہا ہے، حالانکہ ایک مسلمان کا دین ان میں سے کسی ایک کا بھی متحمل نہیں ہوسکتا،

غیروں کی غلامی پر رضامند ہوا تو
شکوہ مجھے تجھ سے ہے غیر سے نہیں

اسی دور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہمارے پیغمبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی الله علیه و سلم قال: لتتبعن سنن من
کان قبلکم شبرا شبرا و ذراعا ذراعا

حتی لو دخلوا جحر ضب تبعتموه قلنا: یارسول الله الیهودو النصاریٰ قال: فمن

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ضرور بالضرور اپنے لوگوں کی اس طرح پیروی کرو گے، جیسے بالشت بالشت کے برابر ہوتی ہے اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر سانڈھ کی بل میں وہ داخل ہوئے ہونگے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے۔ ہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہود اور نصاریٰ کی پیروی؟ تو فرمایا اور کس کی پیروی! (الحدیث بخاری)

اب خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں یہ اپنے تابناک ماضی کی طرف نہ لوٹ جائیں، اور ہمارے دکھلائے ہوئے راستے کو نہ چھوڑ بیٹھیں، کیونکہ دنیا اپنا سب کچھ گنوانے کے بعد ہماری بچی کچھی طاقت پر نظر کیئے بیٹھی ہے کہ دنیا تمام نظاموں کو دیکھ کر اب اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف نہ چلی جائے، نہیں تو ہم کہاں جائیں گے۔

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ مسلم زعماء کی قدردانی میں ضرب المثل رہا ہے اگرچہ مخالفین کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ خصوصاً نظریاتی حوالے سے تو گویا مسلم زعماء یا علماء دین کو دھرتی پر بوجھ سمجھنے والے اپنے آپ کو لبرل کہنے والے اگر کسی بات پر متفق ہیں تو وہ دینی طبقہ کی مخالفت ہے، جس کا رنگ، انداز، طرز تکلم، طریقہ مخاطب اور اندازِ فکر تو مختلف ہوسکتا ہے لیکن دینی طبقہ کی مخالفت کے بنیادی نقطے پر سب متفق و مؤید نظر آتے ہیں۔

دوسری طرف دینی طبقہ سے تعلق رکھنے والوں میں کبھی مختلف طبقات ہیں کچھ مدھم انداز سے چلنے کے قائل، تو کچھ رفتارِ زمانہ سے بھی تیز رہنے کا خیال رکھتے ہیں۔ کچھ ہوشمندی کے خواہاں ہیں تو کچھ دین کے نام پر جوش کو ہی اول و آخر سمجھتے ہیں، کچھ مصلحت عامہ کو مقدم خیال کرتے ہیں تو کچھ اس مصلحت آمیزی کو اصل راہ سے بھٹکنا خیال کرتے ہیں۔

پھر کام کا انداز بھی مختلف ہے۔ بعض مدارس کو اولین ہدف اور معیار خیال تو بعض مراکز و تبلیغ کو وسیلۂ خدمت دین، بعض فی زمانہ جہاد کو وقت کا اہم فریضہ سمجھ کر عملی اقدام کو ہی راہِ نجات سمجھتے ہیں وہیں بعض لوگ طریقت وخانقاہ کے دلدادہ ہیں۔ بعض سیاست کو ۔ طبقہ کوئی بھی ہو وابستہ اگر دین کے ساتھ ہے، کام اخلاص کے ساتھ کر رہے ہیں تو وہ اسی شعبہ کو کل دین سمجھتا ہے اور بعض دفعہ افراط وتفریط کا شکار ہو جانا کوئی بعید نہیں ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ سب فداء ہیں دین کے نام پر یا دوسرے لفظوں میں مقصد ایک ہی ہے وہ ہے غلبہ دین۔ اس کے طریق مختلف ہے، یا منزل ایک ہی ہے مگر طریق سفر مختلف ہے، اور اگرچہ یہ تمام راستے ایک منزل کے ہیں مگر اپنے اپنے راستے کو ہی بہتر سمجھنا بھی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ اور اگر نیت ٹھیک ہو تو نہایت محمود ہے۔ لیکن اب ہمیں متفقہ سوچ کی ضرورت ہے،

اور گویا یہ ہماری بیداری کا سب سے بہترین وقت ہے کہ ہم بیدار ہوں اور اپنی گم شدہ اور عیاری و مکاری سے کھوئی ہوئی میراث کو حاصل کرنے کی تگ و دو کریں، مثبت سوچ کے ساتھ آگے بڑھیں، آپس کے اختلافات کو ختم کر کے بھرپور لائحہ عمل سے بڑھیں۔

مگر آج ہم ردعمل کی طرف بڑھ رہے ہیں، اس ردعمل کو اس وقت کا سب سے بڑا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں، ہر کام میں عمل کے انتظار میں رہتے ہیں تاکہ ہم اپنا ردعمل دکھا سکیں، یہی وجہ ہے کہ امت کی پہچان صرف ردعمل تک محدود ہوگئی ہے، تب ہی ہمیں وہ لیڈر، مذہبی راہنما اور مقتدا زیادہ پسند آتا ہے جو عمل سے زیادہ ردعمل دکھا سکے، حالانکہ ردعمل دکھانا بھی پسندیدہ ہے لیکن صرف ردعمل اور خود کچھ نہ کرنا ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے، اور رونا روتے ہیں کہ ہماری تقدیر ہی ایسی ہے کیا کریں مجبوری ہے۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی؟
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

آج ہمیں از سر نو غور کرنے کی ضرورت ہے، منزل متعین کرنے کی ضرورت ہے، دین پر ثابت قدم ہونے کی ضرورت ہے، دنیا کی قیادت کرتے ہوئے لوگوں کے زندہ مسائل کو دیکھا جائے، سنا جائے اور حل کیا جائے، اور اپنے اندر حل کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

دنیا اب اکتا کر اسلام کے دروازے پر کھڑی ہے اور دستک دے رہی ہے کہ کوئی اٹھے اور اسے تاریکیوں سے نکال کر روشنیوں میں لے جائے، بدبودار سے خوشبودار بنا دے، مشکل ترین دور کو سہل بنا دے، اور پیش آمدہ مسائل کو وحی الٰہی اور احکام شریعت کے مطابق حل کر دے۔

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ

مجالس

سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ

بروز پیر۱۴/رمضان المبارک ۱۳۶۵مطابق ۱۲/اگست ۱۹۴۶ء رات کی مجلس میں حضرت مولانا فضل احمد رائے پوریؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

مولوی صاحب جناب کو یاد ہے کہ جب سہارنپور سے رامپور کو جانے لگے مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہاں حضرت یاد ہے فرمایا ہم دو طالب علم پیدل جارہے تھے۔ راستہ میں کئی جگہ ہمارے سفر کی غایت کا مقصد سن کر بعض لوگوں نے ہمیں کہا کہ انگریزی پڑھو تا کہ کچھ ترقی کرو۔ یہ عربی تعلیم کے پیچھے پھر کر کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ ہمارے خیال ہی کچھ اور تھے۔

اب تو زمانہ ہی بدل گیا ہے پنجاب کے بہت سے علماء نے تو اپنی اولاد کو اب انگریزی میں لگا دیا ہے۔ ایک صاحب سے میں نے کہا کہ وہ سن کر باوجود بڑی محبت کے جلال میں آ کر بولے کچھ کھائیگا بھی۔ میں نے کہا اچھا چلیے آپ کی مرضی حضرتؒ سے ان کو تعلق تھا وہ بھی آپ لوگوں کو معلوم ہے تو مولانا سر رحیم بخش خان صاحب بھی حضرتؒ سے ایک دفعہ کچھ ایسا ہی عرض کر رہے تھے۔ انہوں نے تسلیم کیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ مولوی صاحب صحبت کا اثر ہونا تو آپ کو تسلیم ہے، انہوں نے تسلیم کیا تو حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح صحبت کا اثر ہوتا ہے اسی طرح کتاب کا بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ منطق کی کتابیں جو دراصل مسلمانوں کی ہی لکھی ہوئی ہیں۔ جیسے قاضی مبارکؒ، حمد اللہ، ملاحسن یہ سب تو مسلمان ہی تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو علماء صرف دینی تعلیم حاسل کرتے ہیں ان کی اور حالت ہوتی ہے اور جو صرف منطق وغیرہ کا مشغلہ رکھتے ہیں۔ ان کی حالت تکبر، تعلیٰ یہاں تک کہ اپنے استاد کو بھی صحیح سمجھنا گوارا نہیں۔

آپ لوگ بھی جانتے ہیں اور جو دونوں کا مشغلہ رکھتے ہیں ان پر جو اثر ہوتا ہے کہ نہ تیتر نہ بٹیر الا ماشاءاللہ کہ ان پر کسی اور صحبت کا غلبہ ہو گیا ہو پھر جو لوگ دوسری زبان اور دوسرے علوم اور ان میں دہریوں کی کی تصانیف پڑھاتے ہیں ان کا جو حال ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

راؤ عبدالحمید خان صاحب کبیر نے عرض کیا کہ حضرت اب ناگری پڑھ لی جائیگی۔اس پر حضرتؒ نے جوش سے فرمایا کہ انگریزی اور ناگری میں کیا فرق ہے ایک پاخانہ تو ایک پیشاب۔جو لوگ انگریزی کا تو خیال نہیں کرتے اور ناگری سے بدکتے ہیں وہ بھی عجیب ہیں۔نہیں معلوم کہ کیسا ہے مگر میرا خیال یہ ہے کہ

عربی تو اب کوئی لانے سے رہا۔اب تو دہریت آئے گی۔ابتداً مذہب ایک گروہ بندی ہوگی۔پھر جو لوگ آئیں گے وہ کہیں گے کہ جب یہی بات ہے تو ہم مذہب پر کیوں لڑتے رہیں۔اس لیے ان سب کو چھوڑو۔

اس پر شاید مولوی عبداللہ صاحب جالندھری نے عرض کیا کہ حضرتؒ جب یہی حالات ہونے ہیں تو اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی نہ مانیں تو اپنے نفس کو لازم پکڑو۔حضرت والاؒ نے فرمایا کہ ہم تو یہ کہتے ہیں مگر حضرات نہیں مانتے۔مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ عرض کیا کہ حضرت کچھ کرنا چاہیے۔یا بالکل سب کو چھوڑ کر الگ ہونا چاہیے۔حکیم مولوی کریم بخش صاحب دہلوی نے جو کل ہی مع ایک مختصر تبلیغی جماعت کے حاضر ہوئے تھے۔عرض کیا کہ تبلیغ کرنی چاہیے۔

حضرت والاؒ نے بھی فرمایا کہ نہیں کرنا تو کچھ نہ کچھ ضرور چاہیے کوئی مانے یا نہ مانے۔مولوی حبیب اللہ صاحب بہاولپوری نے حدیث پوری عبارت پڑھی کہ پہلے کوشش کرنی چاہیے پھر اگر کوئی نہ مانے تو وہ اور بات ہے۔اس پر حضرت والاؒ نے فرمایا کہ ان احادیث کا محمل تو آپ علماء ہی بیان کریں گے کہ اب کیا صورت وحالات ہیں اور کیا حکم ہے اس پر غالباً مولوی عبداللہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ سے میں نے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے یہ حدیث میں نے سنی تو ان کو بڑا اشکال ہوا اور وہ اپنا سب تبلیغی کام چھوڑ چھاڑ کر فوراً حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی خدمت میں ڈھابیل پہنچے اور اپنا اشکال پیش کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ حضرت میں تو یہ سمجھا ہوں کہ جب ایسی حالت ہو جائے تو اپنی جان پر کھیل جاؤ۔اور دوسرے حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کو لازم پکڑو۔یعنی گوشہ تنہائی اختیار کر لو۔

حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے فرمایا ترجمہ خواہ ان کا زیادہ صحیح ہو مگر حدیث کی تشریح آپ کی

صحیح ہے، خواجہ عبدالحی صاحب نے فرمایا کہ ان کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ تم تبلیغ کرتے رہو تاکہ اپنے نفس کو بچا سکو جیسا کہ قرآن پاک میں قصہ اصحاب میں ہے کہ وہ تین گروہ تھے ایک تبلیغ کرنے سے نجات پا گیا دوسرا چپ رہنے والا اور تیسرا دونوں ہلاک ہو گئے۔

احقر کے دل میں بھی قرآن پاک کی آیت **لا یضر کم من ضل اذا ھتدیتم** کی تفسیر جو سن رکھی تھی کہ کسی کا ہلاک ہونا جب تم ہدایت پر ہو تم کو مضر نہیں اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور بعض مفسرین سے مجھے یہ یاد ہے کہ جب تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور یہی ہدایت ہے تو ہدایت پر ہوتے ہوئے تم کو دوسروں کا نہ ماننا مضر نہیں کہ شنود یا نشنود گفتگوئے می کند، یعنی کوئی سنے یا نہ سنے تو کہتا رہے۔ بہر حال حضرت والاؒ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو کچھ نہ کچھ تو کرتے رہنا چاہیے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اور فرمایا کہ ایک بار سفر میں بہاولپور کے حضرت شیخ الجامعہ سے ملاقات کا موقع ملا۔ انہوں نے بھی یہی حدیث پڑھی اور اسی پر یہی فرماتے رہے تھے کہ اب کوئی سنتا نہیں اور یہ کوئی غیبت نہیں ہے کہ ایک واقعہ ہے اس لیے عرض کرتا ہوں کہ انہوں نے نام تو لیا نہیں مگر میں جی میں سمجھ یہی رہا تھا کہ حضرت مدنیؒ کے متعلق فرما رہے ہیں کیونکہ یہ بڑے میاں ہر طرف دڑنگیاں لگاتے پھر رہے ہیں خواہ قوم سنے یا نہ سنے۔

اس پر رامپور کے مہمانوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے مولانا عبدالوہاب رامپوری حضرت شیخ الجامعہ کے شاگرد ہیں تو حضرت والاؒ نے فرمایا کہ اچھا مولانا رامپوری نے خود عرض کیا کہ حضرت شیخ الجامعہ کی خدمت میں میں آپ کے علاقہ کے متصل ملتان گھوٹا میں جا کر رہا ہوں اور حضرت شیخ الجامعہ بھی رامپور رہے۔ منطق مولانا عبدالحق ابن حضرت مولانا فضل حق خیر آبادیؒ سے پڑھی۔ اور حضرت مولانا جعفر علی خان صاحب والی مسجد میں درس دیا کرتے تھے پھر بھی حضرت شیخ الجامعہ وہاں رہے ہیں میرے مکان پر۔ حضرت والاؒ نے دریافت فرمایا کہ حضرت شیخ الجامعہ نے حدیث کہاں پڑھی ہے تو عرض کی کہ کہیں باقاعدہ دورہ نہیں پڑھا۔ ایک دفعہ میں اور حضرت شیخ الجامعہ حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی گولڑوی (قدس سرہ) کی خدمت میں گولڑہ شریف اس لیے حاضر ہوئے کہ حدیث سنا کر سند لی جائے کیونکہ حضرت پیر صاحبؒ کا واسطہ حدیث میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کی وساطت سے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر مدنیؒ سے ملتا ہے اور سند میں واسطہ کی کمی کا خیال لے کر ہم گئے تھے۔

اس وقت حضرت پیر صاحب کو ہچکی کی بیماری لگ رہی تھی۔ اس لیے پھر کسی وقت آنے کو فرمایا

تو ہم دونوں چلے آئے اور پھر کسی دوسرے موقع پر حضرت شیخ الجامعہ نے تو سند لے لی مگر مجھے موقع نہ ملا۔حضرت والاؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الجامعہ بڑے عالم ہیں۔ بڑے مستعد ہیں۔ مجھے دوسری مرتبہ بہاولپور جانے کا اتفاق ہوا تو ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔مگر اپنی کاہلی کے باعث نہ ہوسکا۔

مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ نے عرض کیا کہ ان کا مکان بھی وہاں سے قریب تھا۔ جہاں حضرت نے بہاولپور میں قیام فرمایا تھا۔اوراب شیخ الجامعہ نے اپنا وطن چھوڑ کر بہاولپور میں مکان بنا لیا ہے اور زمین بھی وہیں لے لی ہے انہی باتوں میں اذان ہوگئی،اس اثناء میں حضرت والاؒ نے حضرت مولانا عبدالوہاب خان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

سال بھر تو اور کاموں میں مشغول ہونا پڑتا ہی ہے مگر رمضان شریف کا ایک مہینہ پابندی سے اعتکاف میں گزارو تا کہ ذکر میں یکسوئی پیدا ہوا۔ کیونکہ انسان جب سے پیدا ہوتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو دنیا کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس کے نفع نقد ہیں اس لیے پورا رمضان اور دس دن قبل رمضان چالیس دن تو سال میں کم از کم پابندی کی جائے تا کہ چلہ ہوجائے۔کوئی مسجد جہاں اعتکاف کرسکیں انہوں نے عرض کیا ہے کہ دریافت فرمایا کہ فرش وغیرہ اچھا ہے عرض کیا کہ ہے حضرت تو فرمایا بس پھر ہمارے ہاں چلہ نہیں اعتکاف ہے تا کہ نماز باجماعت مل سکے اور جمعہ بھی وہاں ہوتا ہو اور رامپور میں تو ہر چھوٹی بڑی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے۔

نیز فرمایا کہ ایک جگہ وہاں دو مسجدیں اتنی قریب ہیں کہ ہمارے اس مکان سے بھی چھوٹی بیٹھک دونوں کے درمیان ہے اور بس معلوم ہوا کہ دو بھائی تھے وہ ایک دوسرے کی مسجد میں نہیں جانا چاہتے تھے اور پٹھانوں میں یہ قصے بہت ہوئے ہیں۔ رامپور میں مسجدیں بہت ہیں۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ دوسری جگہ تو اب ویران سی ہوگئی ہے۔

اس مجلس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک مسجد حلوائیوں کے بازار سے آگے چھوٹی سی اس محلّہ میں تھی۔جس کی سڑک بھی مجھے یاد نہیں۔ایک دفعہ وہاں روٹی کیلئے مجھے کسی نے ٹھہرالیا خود گھر گھر بتادیئے کہ یہاں سے روٹی لے آیا کرنا۔ میں گیا تو گھر مین سے میری آواز پر مستورات نے آپس میں کہا کہ شاید سقہ ہے پھر کہا کہ نہیں شاید بھنگی ہے پھر کہا کہ ہاں بھنگی نہیں ملاں ہے۔ میں اپنی وہ ڈھوری جو میں نے کوڑی پر سے اٹھا کر دھو دھا کر کھانا لانے کو ساتھ لی تھی۔ یہ سنتے ہی وہیں پھینک کر واپس چلا آیا اور پھر نہیں گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر **سب سے پہلا فتوائے تکفیر**

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

از: نفیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی قسط 51

علامہ اقبال مرحوم اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ

اگر چہ ''تحریکِ ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں'' کے عنوان سے یہ تحریر قسط وار لکھی جارہی ہے، مگر جب تک اس میں ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال مرحوم کی خدمات کا تذکرہ نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک تحریک ختم نبوت کی تاریخ نامکمل رہے گی۔ شاطر لوگ اقبال مرحوم کو ملاؤں کا دشمن ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں۔ ہم نے گزشتہ ماہ ''ماہنامہ ملیہ'' کے شمارے میں ڈاکٹر اقبال مرحوم اور ملائیت کے عنوان کے تحت لکھا تھا کہ ملائیت کی مخالفت کی باتیں ڈاکٹر اقبال مرحوم کے ابتدائی دور کی ہیں، جب وہ تازہ تازہ یورپ سے فلسفہ کی ڈگری لے کر آئے تھے، اور اس کی وجہ بھی ساتھ لکھ دی تھی۔ نیز ان محدود ملاؤں کا بھی ذکر کر دیا تھا جنہوں نے فتنہ اور فساد پھیلانے کی نیت سے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے خلاف کفر کے فتوے دیئے، یا اپنی تحریروں میں ان ملاؤں نے ڈاکٹر اقبال کی تضحیک و توہین کی۔ جن کے متعلق اقبال نے ''دین ملّا فی سبیل اللہ فساد'' کہا۔ ورنہ اقبال مرحوم نے علماءِ حق سے قریب ہونے کے بعد کبھی ایسے اشعار نہیں کہے۔ اہل حق و علم نے جب کبھی اقبال مرحوم کی دین فہمی کی کسی کمزوری یا قادیانیت کے مسئلہ میں کسی تسامح کی طرف اشارہ کیا تو بعض لوگوں کو اپنے بڑوں کی تاریخی سیاہی کو چھپانے کے لئے، یا اقبال فروشوں کو اپنی دکان داری چمکانے کے لئے اور تو کچھ نہیں مِلتا البتہ یہ کہنا اور لکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو حضرت مولانا گنگوہیؒ، مولانا بٹالویؒ، جیسے لوگوں نے ابتدا میں مرزا قادیانی پر کفر کے فتوے کی مخالفت کی تھی، یا فلاں بزرگ مرزا قادیانی کے پاس ابتداء میں جایا کرتا تھا۔ حالانکہ یہ تمام باتیں وہ ہیں جن کا کوئی بھی انکار کرنے والا نہیں۔ یہ ابتدائی حالات تھے، ان کے متعلق تو ان بزرگوں کے ماننے والوں نے بذات خود یہ باتیں لکھی ہیں، تاکہ تاریخ میں کسی قسم کی کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔ اس لئے اس قسم کے طعنے دے کر تاریخ میں اقبال مرحوم کی غلط فہمیوں کو چھپانے کی آڑ میں تحریک ختم نبوت

میں علماءِ حق کے کردار پر تنقید کر کے اپنے بڑوں کے قوم و مذہب سے کیے گئے دھوکہ وفریب کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ نیز ان کو کچھ اور نہیں ملتا تو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے متعلق ایک غلط فہمی کی بنا پر کہے گئے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے شعروں کو پیش کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ اس کے متعلق جناب افضل حق قرشی صاحب نے ''اقبال کے ممدوح علماء'' میں تفصیلاً لکھا ہے مگر ہم یہاں پر ان کی تلخیص کے ساتھ ساتھ کچھ اپنی معروضات بھی پیش کر رہے ہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ:

۸/جنوری ۱۹۳۸ء کی شب میں حضرت اقدس مولانا مدنیؒ نے صدر بازار دہلی متصل پل بنگش ایک جلسے میں ایک تقریر فرمائی جس کا بڑا حصہ ۹/جنوری کے ''تیج'' اور ''انصاری'' دہلی میں شائع ہوا۔ چند روز کے بعد ''الامان'' اور ''وحدت'' دہلی نے اس تقریر کو قطع و برید کے بعد اپنے صفحات میں جگہ دی۔

ان پرچوں سے ''زمیندار'' اور ''انقلاب'' لاہور نے اس تقریر کو نقل کیا اور یہ جملے حضرتِ اقدسؒ کی طرف منسوب کر دیئے کہ حسین احمد دیوبندی نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ چونکہ اس زمانے میں قومیں وطن سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتیں اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بھی اپنی قومیت کی بنیاد وطن کو بنائیں۔ اوکما قال!

جب یہ اخباری اطلاع علامہ اقبال کے کان میں پڑی تو انہوں نے حضرت اقدسؒ سے استفسار یا تحقیق کیے بغیر یہ اشعار سپردِ قلم کر دیئے:

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبرز مقام محمدِ عربی است
بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی، تمام بولہبی است

اس پر ہندوستان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ماننے والوں میں شور

اٹھا، اور مختلف انداز سے ڈکٹر اقبال مرحوم پر تنقید کی گئی۔ انہی میں سے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے ایک ہم نام اقبال احمد صاحب سہیل نے جواباً ایک نظم لکھی جو کہ مجلّہ علی گڑھ کالج میگزین میں شائع ہوئی۔

کسے کہ خردہ گرفتست بر حسین احمد
زبانِ اوعجمی و کلام درعربی ست
کہِ گفت برسرِ منبر کہ ملت از وطن ست
دروغ گوئی وایراد، ایں چہ بوالعجبی ست
درست گفتِ محدث کہ قوم از وطن ست
کہ مستفادز فرسودۂ خدا ونبیؐ ست
زبانِ طعن کشودی و ایں ندا نستی
کہ فرقِ ملت و قوم ازلطائفِ ادبی ست
تفاوتے ست فراواں میانِ ملت و قوم
یکے زکیش دگر کشوری ست یانسبی ست
خدائے گفت بہ قرآن لکل قوم ھاد
مگر بہ نکتہ کجاپَے برد سکے کہ غبی ست
بقومِ خویش خطابِ پیمبراں بنگر
پُراز حکایتِ ''یاقوم'' مصحفِ عربی ست
رموزِ حکمت و ایماں زفلسفی جتن
تلاشِ لذتِ عرفاں زبادۂ عِنَبی ست
بہ دیوبند در آگر نجات می طلبی
کہ دیوِ نفس سلحشورو دانش توصبی ست
بگیر راہِ حسین احمد را خُدا خواہی
کہ نائب است نبیؐ را دہم زآلِ نبیؐ ست
بملت ارچہ براہیمی است سرورِؐ ما

ولے بقومِ حجازی بہ نسلِ مُطّلبی ست
زقومِ خویش شمرد اہلِ کفررا بہ اُحد
رسولِ پاک کہ نامش محمدِ عربیؐ ست
بلند تر بوداز قوم رُتبۂ ملت
کہ حبلِ دین، قومی ترزرِشتۂ نسبی ست
مگر بہ ہموطنان درِ جہادِ استخلاص
مجاہدانہ تعاون زروئے حق طلبی ست
سلوکِ رِفق و مدارا بہ جارِ ذی القربیٰ
عمل بحکمِ الٰہی و اتباع نبیؐ ست
محبت وطن است از شعائرِ ایمان
ہمین حدیث پیمبرؐ فدیۃً بابی ست

ڈاکٹر اقبال مرحوم کی نظر سے جب یہ نظم گزری تو انہیں فکر ہوئی، نیز ان ہی دنوں علامہ نسیم عرف طالوت نے ڈاکٹر اقبال مرحوم کو اصل صورت حال سے آگاہ کیا تو ڈاکٹر اقبال نے فوراً اخبار ’’مدینہ بجنور‘‘ مؤرخہ پانچ مارچ ۱۹۳۸ء میں یہ بیان شائع کروایا کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بیان کے متعلق واقعی مجھ سے غلط فہمی ہوئی۔ مجھ تک خبر غلط پہنچائی گئی تھی، جس کی وجہ سے میں نے برافروختہ ہوکر ان پر سخت تنقید کی۔ اب اصل حقیقت مجھ پر منکشف ہوگئی ہے اس لئے میں مولانا مدنی سے خواستگارِ معافی ہوں، امید ہے کہ مولانا صاحب مجھے معاف کردیں گے۔ (ماہنامہ برہان، دہلی ۷ اگست ۱۹۶۲ء)

نیز ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اپنا موقف اخبار ’’احسان لاہور‘‘ میں بھی شائع کروایا، اوراسکے ایڈیٹر کے نام باقاعدہ خط لکھا۔

جناب ایڈیٹر صاحب ’’احسان‘‘ لاہور

السلام علیکم!

میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اور جو آپ کے اخبار میں

شائع ہو چکا ہے اس میں مَیں نے اس امر کی تصریح کر دی تھی کہ اگر مولانا کا یہ ارشاد ''زمانہ حال میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں'' محض بر سبیل تذکرہ ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر مولانا نے مسلمانانِ ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جدید نظریۂ قومیت کو اختیار کر لیں تو دینی پہلو سے مجھے اس پر اعتراض ہے۔ مولوی صاحب کے اس بیان میں جو اخبار ''انصاری'' میں شائع ہوا ہے مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

''لہٰذا ضرورت ہے کہ تمام باشندگانِ ملک کو منظّم کیا جائے اور ان کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے۔ ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کیلئے کوئی رشتہ اتحاد بجز قومیت اور کوئی رشتہ نہیں جس کی اساس محض یہی ہو سکتی ہے۔''

ان الفاظ سے تو میں نے یہی سمجھا کہ مولوی صاحب نے مسلمانانِ ہند کو مشورہ دیا ہے۔ اسی بناء پر میں نے وہ مضمون لکھا جو اخبار ''احسان'' میں شائع ہوا ہے۔ لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط طالوت صاحب کے نام آیا جس کی ایک نقل انہوں نے مجھ کو بھی ارسال کی ہے۔ اس خط میں مولانا ارشاد فرماتے ہیں:

''میرے محترم سر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے اور اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلافِ دیانت ہے۔ اس لیے میں خیال کرتا ہوں کہ پھر الفاظ پر غور کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق و سابق پر نظر ڈالی جائے ''میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں''۔ یہ اس زمانے کی جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ہم کو ایسا کرنا چاہیے۔ یہ خبر ہے انشا نہیں ہے۔ کسی ناقل نے مشورے کو ذکر بھی نہیں کیا۔ پھر اس کو مشورہ قرار دینا کس قدر غلطی ہے۔''

خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریۂ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لہٰذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا کے ان عقیدت مندوں کے جوشِ عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے صلے میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں۔ خدائے تعالیٰ ان کو مولانا کی

صحبت سے زیادہ مستفیض فرمائے نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں مَیں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔'' (محمد اقبال)

ڈاکٹر اقبال مرحوم تو شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی وضاحت سے نہ صرف مطمئن ہو گئے بلکہ یہاں تک فرمادیا کہ'' کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں مَیں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔'' مگر ہمارے ہاں اقبال فروشوں کو یہ بات گوارا نہ تھی انہوں نے اپنے عدم اطمینان کا اس طرح اظہار کیا کہ ان اشعار کو''ارمغان حجاز'' میں شامل کر کے شائع کر دیا۔ ارمغان حجاز اقبال مرحوم کے انتقال کے بعد شائع ہوئی، ان کی زندگی میں شائع ہوتی تو یہ اشعار کبھی نہ شامل کئے جاتے۔ جیسا کہ اس پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہو چکا تھا کہ اقبال نے کسی غلط فہمی کی بنا پر اشعار کہے مگر جب ان کی غلط فہمی دور ہوئی تو انہوں نے ان اشعار کو اپنی کتابوں سے نکال دیا۔ جیسا کہ ایک دفعہ بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح کے متعلق انہوں نے یہ اشعار کہے تھے۔

لندن کے چرخ نادرہ فن سے پہاڑ پر
اُترے مسیح بن کے محمد علی جناح
نکلے گی تن سے تو کہ رہے گی بتا ہمیں
اے جان برلب آمدہ اب تیری کیا صلاح
دل سے خیالِ دشت و بیاباں نکال دے
مجنوں کے واسطے ہے یہی جادۂ فلاح
آغا امام اور محمد علی ہے باب
اس دین میں ہے ترکِ سواد حرم مباح
بشریٰ لکم کہ منتظر مارسیدہ ہست
یعنی حجاب غیر کبرٰے دریدہ ہست

(روزنامہ زمیندار مورخہ ۹ نومبر ۱۹۲۱ء)

مگر جب ڈاکٹر اقبال مرحوم کے اسی مسٹر جناح سے تعلقا بہتر ہوئے تو انہوں نے اپنے کلام سے یہ اشعار نکال دیئے۔ مگر یار لوگوں نے جانتے بوجھتے ہوئے''ارمغان حجاز'' میں شیخ الاسلام حضرت

مدنیؒ کی دشمنی میں ان اشعار کو شائع کر دیا گیا۔

ڈاکٹر، علامہ اقبال مرحوم کے بعض دوستوں اور ماہرین اقبالیات کی رائے ہے کہ اگر یہ مجموعہ حضرت علامہ کی زندگی میں چھپتا تو یہ اشعار اس میں شامل نہ ہوتے۔ جناب خواجہ عبدالوحید لکھتے ہیں:

''ارمغانِ حجاز اگر حضرت علامہؒ کی زندگی میں چھپتی تو یہ نظم اس میں شامل نہ ہوتی۔'' (اقبال ریویو جنوری ۱۹۶۹ء ص ۶۷)

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید ''سرگزشت اقبال'' میں تحریر کرتے ہیں:

''اگر وہ ارمغانِ حجاز کی ترتیب اپنی زندگی میں کرتے تو شاید وہ تین اشعار درج نہ کرتے جن میں مولانا حسین احمد مدنیؒ پر چوٹ کی گئی تھی۔'' (سرگزشتِ اقبال ص ۴۷۵)

جس طرح علامہ اقبال مرحوم شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کی حمیتِ دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدتمند سے پیچھے نہ تھے اسی طرح شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی ان کی خوبیوں کے معترف تھے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ امر یقینی اور ناقابلِ انکار ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہ تھی اور اُن کے کمالات بھی غیر معمولی تھے۔ وہ آسمانِ حکمت و فلسفہ، شعر و سخن، تحریر و تقریر، دل و دماغ اور دیگر کمالاتِ علمیہ و عملیہ کے درخشندہ آفتاب تھے۔'' (متحدہ قومیت اور اسلام ص ۹)

اسی کتاب کے آخر میں علامہ مرحوم کیلئے دُعا فرمائی ہے: ''آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اپنی مغفرت اور فضل سے نوازے۔'' (ص ۷۹)

ابن رئیس الاحرار حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ کا ارمغان حجاز پر اظہار خیال

راقم کے والد حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ جو کہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے تیسرے فرزند تھے۔ ان دنوں وہ مظاہر العلوم سہارنپور میں زیر تعلیم تھے۔ سیاسی شعور ان کو خاندانی وراثت میں ملا تھا۔ کہنہ مشق شاعر بھی تھی، ان کے کلام میں اساتذہ شعرا کا رنگ جھلکتا ہے۔ زمانۂ طالبعلمی میں انہوں نے علامہ اقبال مرحوم کے فارسی کلام کا مطالعہ کیا، اور اس میں جو محسوس کیا اس کو چند اشعار میں بند کر کے اپنے بڑے بھائی مولانا خلیل الرحمٰن لدھیانوی مرحوم کو خط میں لکھا۔

محترم بھائی خلیل الرحمٰن السلام علیکم

کچھ دن ہوئے ''ارمغانِ حجاز'' پر نظر پڑی، جس کے پڑھنے سے مجھے قلبی تکلیف ہوئی، کاش کہ میں نہ دیکھتا۔ آخر اس سے متأثر ہو کر میں نے چند قطعات لکھے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس چوٹ کے اثر سے کوئی مستقل کتاب (روح ضرب) تیار نہ ہو جائے۔ آپ کی تفنن طبع کے لئے دو ایک نقل کر دیتا ہوں۔

بحضرتِ مسلم

کشادِ دہر می خواہم ز قدمے
زمانے شُد کہ باشد مست قدمے
بیک حالے نباشد اُو قرارے
کہ زاہد گشت بوئے رند بوئے

....

در آں ارضے چہ سود از تخم کاری
کہ نوری اصل باشد فرعِ ناری
در آنجا چہ عجب پیدا نہ شد گر
مثالِ دار قطنی و بخاری

بگویم شکوئے قدمے بہ اقبال
کہ لشکر کش بمردِ نیک اعمال
زتیغِ اُو شہیدش سبطِ احمد
بایں جملہ عنایت کرد تا حال

....

درایں دورے کہ از کارے ریاست
فروغِ کردہ ابلیسِ سیاست

صدا برخاستند الارض لِلّٰہ
بنائے کعبہ از خشتِ نجاست
مسلماں قلبِ اُو باکفر پرداخت
باندازے کلیسا مسجدے ساخت
نداند دیں چکو نہ چیست از کیست
مئے تثلیث در طیبہ بینداخت
چہ خوش سرمایہ ابلیسے بیندوخت
مسلماں درس کفر از دے بیا موخت
نداند فرق الااللہ از لا
متاعے دین و ایماں مؤمنے سوخت

اقبال مرحوم، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مسئلہ قومیت اور اقبال ومشرقی نظریہ قومیت میں اتفاق۔ان سب کو سامنے رکھ کر قطعہ دیکھئے۔جس شخص کے سامنے اقبال کا پورا کلام ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس نے کیا لکھا اور میں کیا لکھ رہا ہوں۔

(انیس الرحمٰن لدھیانوی)

اس تحریر سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور علامہ اقبال مرحوم کے اس نزاع کی حقیقت سب پر آشکارا ہوگئی ہوگی۔اس سے پہلے بھی کئی بار اس موضوع پر مختلف اہل علم نے حقائق سے پردہ اُٹھایا ہے مگر کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ان کو علامہ اقبال مرحوم اور حضرت مدنیؒ کا یہ اتحاد ہضم نہیں ہوتا۔کیونکہ ان کی دوکانداری پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ان کے کرنے کے لئے کچھ باقی نہیں رہتا۔ان کو اقبال مرحوم سے کوئی عقیدت نہیں البتہ انہیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی ذات سے عداوت ہے۔ان میں کچھ لوگ تو جسمانی کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر بھی معذور ہیں، اور مسلکی مخالفت کی آڑ میں وہ اپنی قبر خراب کرتے ہیں۔اور کچھ لوگوں کا تو کام ہی علماء کی مخالفت کرنا ہے، اس کام کے لئے انہیں غیر مسلموں سے باقاعدہ مالی مدد ملتی ہے، جس سے وہ آسودہ زندگی گزارتے ہیں۔اگر وہ یہ کچھ نہ کریں تو ان کی آسودگی ختم جا ہوتی ہے، اس لئے انہیں بھی معذور ہی سمجھا جانا چاہیے۔

(جاری ہے)

ایمان بالآخرۃ اور حشر اجساد کا مسئلہ

مولانا عبدالرؤف رحمانی

اعادۂ حیات پر حیاتِ ارض سے استدلال!

نبی کریم ﷺ سے قیامت میں انسانوں کے دوبارہ جی اُٹھنے کا سوال کیا گیا اور عقلی نقطۂ نظر سے شکوک وشبہات کو پیش کیا گیا۔ حضورؐ نے قرآنِ کریم کی توضیحات کی روشنی میں جواب دیا۔ جس طرح مردہ زمین بارش سے پہلے خشک اور بے رونق ہوتی ہے بارش آتے ہی زمین زندہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے اسی طرح مردہ اجسام کے سفوف وذرات خاکی کیلئے بھی ایک بارش ہوگی اور اُس سے مردوں میں جان پڑ جائے گی۔

ایک عقلی سوال وجواب!

علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی خدمت میں وفد بنوالمنتفق آیا تو اس میں لقیط بن عامر شامل تھے۔ انہوں نے حضورؐ کے خطابت وموعظت کے درمیان میں کئی جگہ پیش آمدہ شکوک کو فی الفور پیش کیا اور حضورؐ نے جوابات بھی عنایت فرمائے از انجملہ حضورؐ نے جب یہ بیان کیا کہ تمام مخلوقات اور ملائکہ قیامت کے پہلے نفخہ میں ختم ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے ایک بارش نازل کرے گا جو ہر مقتول، ہر مدفون کی زندگی کا باعث بنے گی۔ لقیط بن عامر نے اس موقع پر سوال کیا:

''فکیف یجمعنا بعد ما تمزقنا الریاح والبلاء والسباع''

یعنی حضورؐ ہم کو اللہ تعالیٰ کس طرح جمع فرمائیں گے جبکہ ہمارے ذرات کو ہواؤں نے اُڑا کر پراگندہ کر دیا ہوگا اور بوسیدگی سے ہمارے اجزاء لاپتہ ومنتشر ہو چکے ہوں گے درندوں اور جانوروں کے پھاڑ کھانے سے ہماری کھوپڑیاں، ہڈیاں بھی برباد وضائع ہو چکی ہوں گی۔''

حضورؐ ﷺ نے جواب دیا کہ تم کبھی مردہ اور بے آب وگیاہ خشک زمینوں پر گذرے ہو گے تو خیال ہوا ہوگا کہ اب اس چٹیل زمین میں زندگی کی لہر بھلا کیا دوڑے گی؟ ناگہانی اللہ کی مہربانی سے مینہ برسا زمین زندہ ہو کر لہلہانے لگی بارش نے اس کی پوشیدہ قوتوں کو کتنی جلد اُبھار دیا۔ یہ

مثال دے کر حضورؐ نے بھرپوری قوت فصاحت وبلاغت سے فرمایا:

''لھو اقدر علیٰ ان یجمعکم من الماء علیٰ ان یجمع نبات الارض''

یعنی خداوند کریم جس طرح بارانِ رحمت کے چھینٹوں کے ذریعہ زمین سے سبزی وروئیدگی کو اُبھار کر نمایاں کر دیتا ہے اُس سے کہیں زیادہ اس پر قادر ہے کہ تم کو پانی کی برکت سے دوبارہ مجتمع فرما کر حیات تازہ بخش دے۔(زادالمعادص۵۱۳)

حافظ ابن القیمؒ اس موقع پر لکھتے:

''وفیہ ان حکم الشی حکم نظیرہ وانہ سبحانہ اذا کان قادراً علی شی فکیف تعجز قدرتہ علیٰ نظیرہٖ ومثلہٖ فقد قرّر اللہ سبحانہٗ ادلۃ المعاد فی کتابہ احسن تقریراً وأبینہ وابلغہ واوصلہٗ الی العقول''

(زادالمعادص۵۱۶ج۱)

یعنی حضورؐ کی تمثیل سے واضح ہوا کہ ایک نظیر کا حکم دوسری نظیر کیلئے بھی جاری ہوتا ہے۔پس جب حق تعالیٰ کو ایک شے پر قادر مان لیا(مثلاً بارش کے ذریعہ زمین کی زندگی وشادابی کو تسلیم کرلیا) تو اُس کی قدرت کو دوسری نظیر کے معاملے میں عاجز وبے بس سمجھنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟حق تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں معاد اور حشر اجساد کے مسئلہ کی جس بہترین تقریر کے ذریعہ وضاحت کردی ہے وہ عقل انسانی کے فہم وادراک کیلئے بہت ہی صاف اور بلیغ طرزِ بیان ہے۔

اب میں قرآن کریم کی صرف دو آیات کو پیش کررہا ہوں احیاءِ اموات کی دلیل کے طور پر۔

ارشاد ہوا:

''فانظر الیٰ آثار رحمت اللہ کیف یحی الارض بعد موتھا ان ذالک لمحی الموتیٰ وھو علی کل شی قدر''.(روم)

یعنی''تو اللہ کی مہربانی کی نشانیاں دیکھ کیونکر وہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے بیشک یہی ذات مردوں کو بھی زندہ کرنے والی ہے اُسے ہر چیز پر ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔''

سورۂ حٰمٓ سجدہ میں فرمایا:

ومن اٰیاتہٖ انک تری الارض خاشعۃً فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت

ان الذی احیاھا لمحی الموتیٰ انہ علی کل شی ء قدیر ''(حم سجدہ)

یعنی''خدا کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو فرسودہ اور دبی پڑی ہوئی دیکھتا ہے پس جب ہم نے اس پر پانی اُتارا تو وہ تازی ہوئی اور اُبھری بے شک جس نے زمین کو زندہ کیا وہی مردوں کو بھی زندہ کریگا وہ سب چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

مطلب یہ ہے جس نے خشک زمین میں زندگی وشادابی کا انقلاب پیدا کر دیا کیا وہ مرے ہوئے انسان کے بدن میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا؟ کیا اس قادرِ مطلق کے سامنے کوئی مانع ومزاحم ہے؟ مردہ وخشک زمین میں، مردہ وخشک بیج، چنا، ارہر، مٹر، جو وغیرہ ڈال دیا جاتا ہے تو جس طرح بارش کی تاثیر سے یہ چیزیں اور یہ تمام بیج زندگی پاتے اُگتے اور لہلہاتے اور پھل پھول سے مالا مال ہو جاتے ہیں اسی طرح مردہ اجسام اور اُن کے خاکی ذرات کی زندگی کیلئے جو بارش نازل ہوگی اس سے تمام مردے زندگی قبول کریں گے اور انسان کے قوالب واجسام اختیار کریں گے خداوند کریم اپنے فضل سے روح کا کنکشن ان سے وابستہ فرمادے گا۔

صحیح بخاری ومسلم کی ایک متفق علیہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ

پہلے صور کے چالیس برس بعد آسمان سے ایک بارش ہوگی اس سے اجسام اس طرح بن کر تیار ہوں گے جس طرح سبزیاں اور درخت مینہ کی تاثیر سے تیار ہوا کرتی ہیں (بحوالہ ابن کثیر)

تعجب ہے کہ اناج کے ایک دانہ سے ہزار دانے اور ایک گٹھلی سے ہزاروں آم، املی پیدا ہوسکتے ہیں۔ان گٹھلیوں اور ان دانوں سے جس طرح سڑ گل کر بارش کی تاثیر سے ایک کی جگہ سینکڑوں اور ہزاروں دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں اسی طرح اگر ایک انسان کی گلی سڑی ہدیوں اور اجزاء اصلیہ سے صرف ایک انسان کا مجسمہ اور قالب آبحیات کی بارش سے تیار ہو جائے تو کیا جائے تعجب ہے؟ روز مرہ کا مشاہدہ ونمونہ دیکھ کر تو مسئلہ حشر کو عقل پر ذرا بھی بار نہ ہونا چاہیے۔قرآن کریم نے نباتِ ارض کی مثال دے کر حشر کے عقلی پہلو پر صاف اور واضح بیان دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

واحیینا بہٖ بلدۃً میتا کذالک الخروج (ق)

ہم نے اُس سے مردہ شہر کو زندہ کیا اسی طرح ہوگا نکل کھڑے ہونا۔''

سورۂ روم میں ارشاد ہوا''**ویحیی الارض بعد موتھا و کذالک تخرجون**''۔''یعنی جس طرح

زمین مردہ ہونے کے بعد زندہ ہوتی ہے اسی طرح تم بھی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جاؤ گے۔“

سورۂ حج میں ”احیاء اموات پر احیاء ارض سے استدلال کیا گیا ہے۔نواب صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ”ھذاہٖ حجۃ اخریٰ علی البعث فانہٗ سبحانہ احتج باحیاء الارض بانزال الماء علی احیاء الموات“ (فتح البیان سورۃ حج ص ۴۹) یعنی احیاء اموت پر احیاء ارض سے استدلال ایک مستقل دلیل ہے۔

زمین کے باامانت خزانے سے اجزائے انسانی کے جمع وحشر کا استدلال

منکرین قیامت کا سب سے بڑا شبہ یہ تھا کہ جب ہم خاک ہو جائیں گے اور ہمارے اجزاء مٹی میں رل مل کر غیر ممتاز ہو جائیں گے بلکہ کتنے اجزاء اصلیہ زمین کے جز اور پیوند ہو کر لاپتہ ہو جائیں گے تو ہماری نشاۃِ ثانیہ کی کیا صورت ہوگی؟ چنانچہ سورۃ سجد میں کفار کا یہ استبعاد منقول ہے۔

”وقالو ا ء اذا ضللنا فی الارض ء انا لفی خلق جدید“ (سجدہ)

یعنی کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں رل مل جائیں گے تو کیا ہم کو نئے سرے سے بننا ہوگا؟ یعنی مٹی میں مِل جانے کے بعد دوبارہ کیسے بنائے جائیں گے؟ ان کے انکار کی وجہ اُن کے عقلی شکوک واستبعاد تھے۔ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ تمہارے سب اجزاء زمین کی امانت ہوں گے اگر تم جانوروں یا وحوش کے پیٹ میں ہوگے تو چونکہ سب کا مال زمین ہوگی۔انجام کار آدم خور مچھلیاں اور دوسرے جانور سب مر کر زمین ہی کے پیوند ہوں گے۔سب کے خاک وذرات واجزاء آخر کار زمین ہی پر جمع ہوں گے۔ہوا میں جو ذرات اور اجزاء منتشر ہوئے ہوں گے وہ بھی کسی نہ کسی جگہ زمین ہی پر آخر قرار پذیر ہوں پذیر ہونگے اور زمین ساری امانت محفوظ رکھے گی۔

خداوند کریم نے فرمایا کہ جو اجزاء زمین میں مل کر بظاہر ناقصد یا ناپید متصور ہو سکتے ہیں اُس کے متعلق بھی ہمیں علم ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ اجزاء کہاں کہاں ہیں؟ اور کس حالت میں ہیں؟ اس لیے ان کا جمع کر لینا ہم پر کچھ دشوار نہیں۔چنانچہ ارشاد ہے ”**ذالک حشر علینا یسیر** (ق) ایک موقع پر ارشاد ہے

”قد علمنا ما تنقص الارض منھم وعندنا کتاب حفیظ“ (ق)

یعنی ہم جانتے ہیں کہ زمین جو کچھ اُن میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ وقلمبند ہے۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدن کے جو اجزاء مٹی میں تحلیل

ہوجاتے ہیں یا کہیں منتشر ہوجاتے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں۔ اجزاءِ اصلیہ سب اُس کے سامنے حاضر ہیں۔

بہرحال مقصود یہ ہے کہ زمین بوقت قیامت ساری امانت رکھ دے گی۔

ارشاد ہے

''واذا الارض مدت . والقت ما فیها وخلت''

(انشقاق) اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور نکال دے گی جو کچھ اُس میں ہے اور خالی ہوجائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے اجزاء بھی اُگل دے گی۔

ایک جگہ ارشاد ہے **''اذا زلزلت الارض زلزالها. واخرجت الارض اثقالها''** (سورہ زلزال)

جب ہلا ڈالی جائیگی زمین اُس کے بھونچال سے اور نکال دے زمین اپنے اندر سے بوجھ کو یعنی زمین میں جو کچھ خزانہ اور مردوں کے اجزاء ہوں گے زمین سب باہر اُگل دے گی۔ سورۂ مومنون میں منکرین حشر کا یہ مقولہ نقل ہوا کہ ہمارے اجزاء جب زمین میں رل مل جائیں گے تو ہم کیسے مجتمع کیے جائیں گے؟ وہاں بھی جواب میں یہی فرمایا گیا کہ تم زمین میں مدفون ہو یا دریاؤں، ہواؤں میں منتشر ہو یا جانوروں کے پیٹ میں ہو ایک وقت سب کا مرجع یہی خشک زمین ہوگی اور زمین کا اندرون و بیرون سب میرے قبضۂ قدرت میں ہے تو میری نگاہِ علم سے کوئی چیز کب الگ ہے؟ ان کا سوال یہ تھا'' **ء اذا متنا و کنا تراباً وعظاماً ء انا لمبعوثون''**؟

جواب یہ دیا جارہا ہے

''قل لمن الارض ومن فیها ان کنتم تعلمون. سیقولون لله قل افلا یتذکرون. (مومنون) اس سے معلوم ہوا کہ سب کا مآل زمین ہے اور یہ **''الارض ومن فیها''** زمین کے اندر کی سب چیزیں محفوظ امانت ہیں اور پھر یہ سب خدا کی ملکیت وقدرت کے تحت ہیں۔ تو پھر یہ لطیف وخبیر خدا کی نگاہ سے غائب یا رل مل کر ضائع و برباد کیسے قرار دیئے جاسکتے ہیں؟

سورۂ نمل میں کفار کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ ہم اور ہمارے اگلے تمام باپ دادا جب رَل مل کر مٹی ہوجائیں گے اور زمین میں ہمارے اجزاء لاپتہ ہوجائیں گے تو ہمارے وجود وحیات کی صورت آخر کس

طرح پیدا ہوسکے گی؟

قرآن حکیم نے جواب دیا

''ومامن غائبةٍ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین''(نمل)

کوئی چیز نہیں جو غائب ہو آسمان وزمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں۔ مطلب یہ کہ پوشیدہ اور نگاہوں سے غائب شدہ اُمور واجزاء سب علم الٰہی میں حاضر اور اُس کے دفتر میں درج ہیں۔ اسی طرح سورۂ سباء میں ارشاد ہے:

'' وقال الذین کفروا لا تاتینا الساعة قل بلیٰ وربی لتاتینکم عالم الغیب لا یعزب عنه مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتاب مبین''(سباء)

یعنی منکروں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہ آئے گی۔ تو کہدے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی قیامت تم پر ضرور آئیگی۔ قسم ہے اس عالم الغیب کی غائب نہیں ہے اُس سے کوئی ذرہ بھر چیز آسمانوں میں نہ زمین میں اور کوئی چیز نہیں ہے جو چھوٹی ہو ذرہ سے یا بڑی جو نہ ہو کھلی کتاب میں۔

مطلب یہ ہے کہ حشر اجساد کو عقلی طور پر سمجھانے کیلئے پہلے اپنی صفت علم کی قسم کھائی کہ میں غیب کا بھی عالم ہوں تمام چھپی ہوئی اور مخفی چیزوں پر میرا علم محیط ہے اس لیے آسمان وزمین کا کوئی ذرہ یا ذرہ سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز بھی ہمارے دائرہ علم سے باہر نہیں۔

دوسری بات یہ بتادی کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے ذرات منتشر ہو کر مٹی میں مل جائیں گے اور ضائع ہو جائیں گے سو یہ خیال بھی تمہارا غلط ہے کیوں کہ تمہارے تمام اجزاء کا آخری مرجع و مآل زمین ہے۔ زمین ہو یا آسمان سب جگہ کے ذرات واجزاء کا اُسکو علم ہے پس وہ تمہارے منتشر ذرات کو جب چاہے اکٹھا کر کے تمہیں تیار کر لے گا۔ اِسی طرح سورۂ یونس میں ایک آیت کا مضمون ہے: پس انسان اگر مر کر فنا ہو کر یہ مثل ایک ذرہ کے ہو جاوے اور کہیں بھی رہے تو بھی وہ کہیں غائب اور ضائع نہ ہوگا بلکہ اُس کی کتاب مبین اور لوحِ محفوظ میں اس کی فہرست ملے گی اور اُس کا پتہ رہے گا۔

اسلام اور فرقہ واریت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمہ اللہ

میں سمجھتا ہوں کہ آج کی اقوام نے جس حد تک بھی فرقہ واریت سے کنارہ کشی اختیار کی ہے اُسی حد تک اُنھوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ کیونکہ یہ فرقہ واریت شکنی اُسی کا اولین قدم ہے اور ذات پات کی اونچ نیچ مٹانا اُسی کا اولین نصب العین ہے۔ چھوت چھات ختم کرنا اُسی کا اولین مقصد ہے۔ نسلی اور وطنی امتیازات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا اُسی کا اولین مطمع نظر ہے اور اسی نے یہ خبر بھی دی ہے کہ دنیا کے آخری دور میں وہی ان مصنوعی حصہ بندیوں کو ختم کرنے والا ہے۔ چنانچہ دلائل النبوۃ میں صریح حدیث میں موجود ہے جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ یہ خاتم النبین کا عالم گیر دین ہے۔ بالآخر دنیا سے ان قومیتوں کے بتوں اور ان کی پرستشوں کو مٹائے گا اور عالم میں عالمی قومیت اور عالمی وحدہ پیدا کرے گا۔

کعب احبارؓ نے اس روایت کا بیان کیا ہے جس کا مضمون تقریباً عرض کیے دیتا ہوں۔ صرف ربط واقعات ظاہر کرنے کیلئے کہیں کہیں کوئی جملہ بریکٹ میں اضافہ کردیا گیا ہے کعب احبار فرماتے ہیں کہ:

”ارض بابل سے بنی اسرائیل کے چھٹکارے کا سبب بخت نصر (بادشاہ عراق) کا خواب ہوا (بخت نصر نے شام پر فوج کشی کر کے بنی اسرائیل کو تخت و تاراج کیا۔ ہزاروں کو قتل کیا اور ہزاروں کو قیدی اور غلام بنا کر عراق لے آیا۔ گرفتار شدگان میں وقت کے پیغمبر حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے جو عراق کی جیل میں ڈال دیئے گئے۔ اُن کی دیانت و امانت و راستبازی صدق و صفا اور عبادت و زہد کو دیکھ کر حکام جیل اُن کے گرویدہ اور معتقد ہوگئے اور کمال احترام سے پیش آنے لگے اس حالت پر (ایک عرصہ گزر جانے کے بعد) بخت نصر نے ایک خواب دیکھا جس سے اُس کے دل میں گھبراہٹ اور بے

چینی پیدا ہوئی۔اُس نے دربار کے کاہنوں اور ساحروں کو طلب کیا اور اپنی قلبی بے چینی کا ذکر کرتے ہوئے جو اس غیر معمولی خواب سے پیدا ہوئی تھی اُن سے خواب کی تعبیر طلب کی۔اُنھوں نے کہا کہ خواب فرمایئے۔کہا کہ خواب تو مجھے یاد نہیں رہا۔اُنھوں نے کہا کہ پھر تعبیر ہم کیسے بتلائیں؟ اُس نے غضبناک ہو کر کہا کہ میں نے تمہیں اسی قسم کے اُمور کے انکشاف کیلئے تو دربار میں اس رتبہ تک پہنچایا تھا (جب تم ایسے اُمور کا بھی انکشاف نہیں کر سکتے تو تم کس مرض کی دوا ہو؟ جاؤ تمہیں تین دن کی مہلت ہے۔اگر تم نے اس مدت میں جواب اور تعبیر بتلا دی فبہا ورنہ تم سب قتل ورنہ تم سب قتل کر دیئے جاؤ گے۔

اس واقعہ کا چرچا ہو گیا آہستہ آہستہ یہ خبر جیل میں بھی پہنچی اور حضرت دانیال علیہ السلام کے کان میں پڑی۔آپ نے جیلر سے فرمایا جو اُن کا بہت زیادہ معتقد اور محسن تھا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ تو بادشاہ سے میرا تذکرہ کر دے کیونکہ میرے پاس اُس کے خواب کا علم ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے بادشاہ کے یہاں تیرا رتبہ اور منصب بڑھ جائے گا اور میرے لیے رہائی کی صورت نکل آئے گی۔(جس سے میری قوم اس قید و بند کے عذاب سے چھٹکارا پا سکے گی) جیلر نے کہا کہ مجھے آپ کے بارہ میں بادشاہ کے لیے بے پناہ غصہ کا ڈر ہے کہ کہیں آپ جیل کے مصائب سے چھوٹنے کیلئے یہ فرما رہے ہوں (اور واقع میں علم نہ ہو) حالانکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دنیا میں اگر کسی کو بادشاہ کے اس (فراموش شدہ) خواب کا علم ہے تو وہ صرف آپ ہی کی ذات ہے۔فرمایا تم میرا خوف نہ کھاؤ اور بے فکر ہو کر بادشاہ سے میرا تذکرہ کر دو (میں اُس کے خواب اور تعبیر خواب کو جانتا ہوں) جس کی وجہ یہ ہے کہ میرا ایک رب ہے جو مجھے اُن باتوں کی خبریں دے دیتا ہے جن کو میں معلوم کرنا چاہوں۔جیلر نے بادشاہ سے جا کر تذکرہ کر دیا۔بادشاہ نے اُسی وقت حضرت دانیال علیہ السلام کو طلب کر لیا اور وہ شاہی دربار تک پہنچا دیئے گئے۔دربار کا ضابطہ تھا کہ اندر داخل ہونے والا بادشاہ کو سجدہ کرے۔لیکن دانیال علیہ السلام داخل دربار ہو کر کھڑے رہے مگر سجدہ نہ کیا تھوڑے وقفہ سے بادشاہ نے دربار برخاست کیا اور تخلیہ میں حضرت دانیال علیہ السلام سے گفتگو شروع کی۔

سب سے پہلے پوچھا کہ آداب دربار کے مطابق آپ نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ فرمایا اس کی وجہ ہے کہ میرا ایک رب ہے جس نے مجھے تیرے خواب اور اُس کی تعبیر کا علم اس شرط پر عطا کیا ہے کہ میں اُس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کروں۔ میں اُس سے ڈرتا ہوں کہ میں تجھے سجدہ کرلوں اور وہ اُسی وقت یہ علم مجھ سے سلب کرلے تو میں تو خواب نہ بتلانے کے سبب تیرے ہاتھ میں قیدی بن کر رہ جاؤں اور تو مجھ سے اس علم کا فائدہ نہ اُٹھا سکے اور مجھے قتل کرڈالے اس لیے میں نے ترکِ سجدہ کو تو قتل سے آسان سمجھا اور سجدہ کے خطرہ کو اس خطرہ سے ہلکا سمجھا کہ تو ساری عمر اس بے چینی میں مبتلا رہے جس میں فراموش شدہ خواب کی وجہ سے اب مبتلا ہے۔ پس میں نے ترک سجود کو تیرے اور اپنے دونوں ہی کیلئے مفید سمجھا۔ بخت نصر نے کہا کہ میرے نزدیک تجھ سے زیادہ آپ الٰہ و معبود کا وفادار دوسرا نہیں اور بلاشبہ وہی لوگ پسندیدہ ہیں جو اپنے رب کے عہد و میثاق کو پورا کرتے اور وفادار رہتے ہیں۔ ہاں تو کیا تیرے پاس میرے خواب اور اُس کی تعبیر کا علم ہے؟

فرمایا ہاں ہے۔ تو نے خواب میں یہ دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک عظیم الشان بت معلق ہے (جس کے عظیم الشان جُثہ نے تمام فضا کو گھیر رکھا ہے) ٹانگیں اُس کی زمین میں ہیں اور سر آسمان میں۔ اس بت کے اوپر کا حصہ سونے کا ہے درمیانی حصہ چاندی کا ہے اور نچلا حصہ تانبے کا ہے۔ ٹانگیں لوہے کی ہیں اور قدم مٹی کے ہیں۔ تو اُس کی خوبصورتی حسن و جمال اور بے نظیر ساخت کو حیرانی سے دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک آسمان سے ایک زبردست پتھر گرا اور اس بت پر آ کر اس زور سے پڑا کہ یہ بت پاش پاش ہو کر سرمہ کی طرح پس کر رہ گیا اور اُس کا سونا چاندی تانبہ لوہا اور مٹی سب مل کر اس طرح خلط ملط اور ڈھیر ہو گئے کہ یہ سب دھاتیں رل مل کر ایک ذات ہو گئیں اور کوئی دھات دوسری سے ممتاز اور جدا نہ رہی اور تو اس یقین پر پہنچ گیا کہ اب اگر دنیا کے تمام انسان اور جن بھی جمع ہو کر یہ چاہیں کہ ان دھاتوں کو الگ الگ کردیں تو نہیں کرسکتے۔ اگر اس حالت میں ہوا چل جائے تو (یہ دھاتیں پس کر اس درجہ سرمہ ہوگئی ہیں کہ) ہوا بھی ان ذرات کو اُڑا سکتی ہے۔ اسی حالت میں تو نے دیکھا کہ وہ آسمان سے گرنے والا پتھر (اس بت کو پیس دینے کے بعد) اچانک آسمانی فضاء میں پھیلنا

شروع ہوا اور پھیلتے پھیلتے اتنا بڑا ہو گیا کہ پوری زمین پر چھا گیا اور زمین اُس سے چھپ گئی۔ یہاں تک کہ اب آسمان اور اس پتھر کے سوا تجھے اور کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

بخت نصر نے کہا بالکل درست!! یہی تھا وہ خواب جو میں نے دیکھا تھا۔ اچھا اب اس کی تعبیر فرمایئے۔ حضرت دانیال نے فرمایا (سنیے) وہ بُت دنیا کی مختلف قومیں ہیں جو دنیا کے اول وآخر اور درمیانی زمانوں میں (مختلف) درجات ومراتب کی ساتھ آئیں اور آئیں گی اور موجود ہیں۔ سو اُس بت کے سونے کا حصہ تو یہ موجودہ دور اور تیری قوم ہے جس پر تو حکمرانی کر رہا ہے اور چاندی کا حصہ تیرے بعد کی قوم ہے جس پر تیرا بیٹا حکمرانی کرے گا اور تانبے کا حصہ رومی ہے اور لوہے کا حصہ فارسی قوم ہے اور مٹی کا حصہ دو اور قومیں ہیں جن پر دو عورتیں حکمرانی کریں گی۔ ایک مشرقی یمن میں اور ایک مغربی شام میں۔ اور وہ پتھر جو اس خوشنما بت کے سر پر آسمان سے پھینک کر مارا گیا وہ اللہ کا دین ہے جس کو آخری زمانہ میں نبی آخر الزماں (لے کر آئیں گے اور اُن کی) امت اس قومیتوں کے بت پر پھینک کر مارے گی تا کہ اس دین کو تمام اقوام کے ادیان پر غالب کر دے (اور قومیتوں کی اس اونچ نیچ کو ہمیشہ کیلئے فنا کر دے) پس اللہ تعالیٰ ایک نبی اُمی کو عرب میں مبعوث کرے گا جو تمام اُمتوں، قومیتوں اور متخالف مذہبوں کو توڑ پھوڑ کر مذہب واحد کر دے گا جس طرح اس پتھر نے بت کی تمام (اونچی نیچی) دھاتوں کو توڑ پھوڑ کر ایک کر دیا (اور پھر وہ آخری دین اسی طرح پوری دنیا میں پھیل جائے گا جس طرح وہ پتھر بت کو توڑ کر خود ساری فضاء میں چھا گیا۔ حق تعالیٰ اس طرح اپنے دین کو خالص کر دے گا باطل کا سر نیچا ہو جائے گا اور راہِ ہدایت سامنے آجائے گی ضلالت کم ہو جائے گی۔ اللہ امّیوں (ان پڑھوں) کو اس دین کی تعلیم دیگا اور اس دین کے ذریعہ ضعفاء کو (جنھیں اچھوت بنا دیا گیا تھا) قوت عطا کرے گا۔ ذلیل اس سے عزت پائیں گے او کمزوروں کی اس سے مدد ہوگی۔

(بادشاہ کے دل میں یہ بات اُتر گئی اور اُس نے انتہائی عقیدت سے) عرض کیا کہ میں نے جب سے سلطنت سنبھالی ہے میری نظر سے آپ جیسا شخص نہیں گزرا جس نے میرے دل پر چھائی ہوئی کسی کیفیت (وحشت و بے چینی) کو اس طرح چھانٹ دیا ہو اور اب میرے دربار میں آپ سے زیادہ کوئی بارتبہ نہ ہوگا میں آپ کو اس احسان عظیم کی قدر ہی صلہ دوں گا......انتہی''

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کا دین جو دنیا کے آخری دور میں ظاہر ہوگا (جیسا

کہ ہو چکا ہے) ان تمام قومی، نسلی اور وطنی امتیازات کو پاش پاش کر ڈالے گا اور اس طرح دنیا کی متفاوت قومیتیں اور اونچی نیچی ذاتیں رل مل کر ایک ہو جائیں گی۔ چھوت چھات کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیا جائے گا اور وہی قومیں جن کا مذہب ہی اونچ نیچ اور چھوت چھات تھا خود اپنے اس مذہب پر لعنتیں بھیجنے لگیں گی حتیٰ کہ سارے رجعت پسند لیڈر مل کر بھی اگر ان امتیازات کو پھر لوٹانا چاہیں گے تو نہیں لوٹا سکیں گے اور اس طرح پوری دنیا میں ایک قوم ہوگی اور ایک ازم ہوگا اور دنیا کی اس واحد قوم کی عالمی حکومت ہوگی۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام نے ایک اسلامی رشتہ قائم کر دینے کے بعد انسانیت، وطنیت اور نسلیت وغیرہ کے تمام رشتوں کو لغو محض اور باطل قرار دے دیا ہے یا اُن کا کوئی بھی اعتبار نہیں کیا؟ نہیں بلکہ اُس نے ان رشتوں کو بھی حدود کے ساتھ قائم رکھا اور ان کا اعتبار کیا ہے۔ کیونکہ ان رشتوں کی طرف بھی انسانی طبائع میں قدرتی میلان اور کشش موجود ہے اور غیر جنس کے مقابلہ یا خطرہ کے وقت اس رابطہ کا جذبہ اُبھر آتا ہے۔ مثلاً اگر چند انسانوں پر کوئی درندہ یا درندہ صفت انسان حملہ آور ہو تو طبعاً یہ انسانیت کا رشتہ انہیں حیوان کے مقابلہ کیلئے متحد کر دے گا اگر ایک وطن کے باشندوں کو کسی غیر وطنی دشمن سے سابقہ پڑ جائے تو یہ وطنیت کا رشتہ طبعی طور پر غیر ملکیوں کے مقابلہ پر انہیں جوڑ دے گا اگر ایک خاندان پر کوئی دوسرا غیر خاندان جبر بے جا اور تشدد بے جا کرنے لگے تو طبعی طور پر یہ نسبی رشتہ مقابلتاً اُن میں یگانگت پیدا کر دے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ جذبات طبائع میں پیوست ہیں اور اسلام جبکہ امور طبیعہ اور خلقی جذبات کو پامال کرنے کے بجائے اُنھیں ٹھکانے لگانے کیلئے آیا ہے تو ممکن نہ تھا کہ وہ ان طبعی قوتوں سے کلیۃً صرف نظر کر لیتا۔ اُس نے ان رشتوں کو باقی رکھا اور اندرون حدود اُن سے کام لیا اور ان سب رشتوں کو ایک ایک مستقل اخوت کی صورت سے قائم رکھنے کا اعلان کیا۔ مگر ان سب کے استعمال اور حدود استعمال کا معیار دین اور جستہ یعنی اخلاص للہ کو ٹھہرایا۔ اسلامی اخوت کے بارہ میں اُس کا مشہور اعلان کتاب الٰہی میں موجود ہے:

''انما المؤمنون اخوة''

''ایمان والے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

حدیث نبویؐ میں فرمایا:

''المسلم اخو المسلم لا یحقرہٗ ولا یوذیہ''

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اُس کی تحقیر کرے نہ اُسے ستاوے۔''

انسانی اخوہ کے بارے میں لسانی نبوت پر ارشاد ہے:

اشھد ان الناس کلھم اخوۃ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

اسی حقیقت کو آیت ذیل میں ظاہر فرمایا گیا:

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر واُنثیٰ

''اے لوگوں ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔''

ظاہر ہے کہ ایک ماں باپ کی اولاد بھائی بھائی ہی کہلاتی ہے۔نسبی اور نسلی اخوت کے بارے میں معاہدۂ مسلمین و یہود مدینہ کافی حجت ہے جس میں مشرکین مکہ کے مقابلہ پر (جو اُس وقت اہل مدینہ کیلئے غیر ملکی دشمن کی حیثیت میں تھے) مسلمان اور یہود وطنی رشتہ سے ملے اور باہم اُمۃ واحدہ بن گئے ورنہ مسلمانوں اور یہود میں نہ کوئی مذہبی رشتہ تھا نہ خاندانی ربط۔سوائے وطن کے اور کوئی بھی مابہ الاشتراک اُن میں موجود نہ تھا۔نسبی اور خاندانی اخوت کے بارے میں فرمایا گیا:

''**وجعلنا کم شعوباً وقبائل لتعارفوا**''

ظاہر ہے کہ شعب اور قبیلہ کی تالیف کسی نہ کسی مابہ الاشتراک میں سے ہوسکتی تھی اور وہ مابہ الاشترک یہاں سوائے خاندان کے اور کچھ نہیں۔مگر ان سب اخوتوں کا معیار اور مصرف بالآخر دین قرار دیا گیا تاکہ یہ وطنی نسلی اور قومی تعصّبات تفریقوں اور جتھ بندیوں کا باعث نہ ہو جائیں۔یعنی ان تمام رشتوں کو نہ مدار نجات قرار دیا نہ معاملات باہمی کی مستقل بنیادیں ٹھہرایا گیا بلکہ ان ساری بنیادوں کو دین اور اسلامی اخوت کیلئے معین اور ذریعۂ حصول بنایا گیا ہے۔

نسبی اخوت سے نبی کریم ﷺ نے اسلام اور اُس کی تبلیغ کو مستحکم اور پائیدار بنانے کا کام لیا۔آپ کی لسان صدق پر قرآن نے اعلان کیا:

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ

''کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس کار تبلیغ واشاعت دین پر کوئی اجرت بجز اس کے نہیں چاہتا کہ محبت اور

قرابت کی رعایت رکھو۔"

قریش کا کوئی بطن اور قبیلہ خالی نہ تھا کہ جس میں آنحضرت ﷺ کی قرابت موجود نہ ہو اور قرابت کے راشتہ سے ربط باہمی اور ایک دوسرے کی رعایت امر طبعی ہے۔ اس لیے آپ نے تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں اس نسبی اخوت سے کام لیا اور اُس کا حوالہ دے کر فرمایا کہ بھائیو! مجھے تبلیغ کرنے دو اور کم از کم اس نسبی بھائی بندی اور قرابت کی اخوت ہی کی رعایت سے میرے کار منصبی میں روڑے مت اٹکاؤ۔ چنانچہ بہت سے لوگ اس خاندانی اشتراک کی وجہ سے آپ کے ساتھی اور معین و مددگار ہوئے اور بالآخر اسلام سے مشرف ہو گئے جو اسلام میں اس اخوت کا حقیقی مقصد تھا۔

انسانی اخوت سے بھی عالمگیر دین کے پھیلاؤ ہی میں مدد لی گئی اور (تعالو الی کلمةٍ سواءٍ) کا پیغام عام انسانی برادری کو سنا گیا۔ یعنی انسانیت کے نام پر اکٹھا کر کے اُنھیں انسانیت کے فرائض یاد دلائے گئے تا کہ وہ اس طبعی جذبہ سے شرعی جذبہ کی طرف آ جائیں۔

وطنی اخوت سے بھی دینی بچاؤ اور تحفظ اسلام کا کام لیا گیا۔ جیسا کہ یہود سے معاہدہ صرف اسلام ہی کو محفوظ رکھنے کیلئے ہی کیا گیا تھا۔

غرض یہ شرعی اخوت اصل اور معیار بنائی گئی۔ اور یہ دوسری طبعی اخوتیں اُس کے خادم کی حیثیت سے استعمال کی گئیں۔ نہ اُنھیں اصل رکھا گیا اور نہ بے اعتبار ٹھہرایا گیا۔ یعنی عالمگیر رشتہ دین بنایا گیا اور یہ محدود رشتے اُس کی شاخوں اور فروع کے طور پر اُسی کی تقویت کیلئے باقی رکھے گئے اور ان کی حدود شروط کی تفصیلات کے دین میں ابواب قائم کیے گئے۔

اسلامی اخوت کے ممتاز لوازم میں سے سوالات باہمی اور مودت مابینی کو شمار کیا گیا۔ انسانی اخوت کے اعلیٰ لوازم میں سے مواسات کو گنایا گیا۔ نسبی اخوت کے لوازم میں اعلیٰ مقام صلۂ رحم اور احسان وسلوک کو قرار دیا گیا اور وطنی اُخوت کے لوازم میں سے ضروری اور اونچا مقام کفِ اذیٰ اور من ومسالمۃ کا بتلایا گیا ہے۔ تا کہ ہر دائرہ کی زندگی اُس کے مناسب خصوصیات سے پر کیف اور پرسکون گزرے اور ساتھ ہی زندگی کا اصل مقصد یعنی تدیّن اور اشاعت دین اور ترویج حق وصدات بآسانی حاصل ہوتا رہے۔ اس لیے اسلامی اخوت اور اُس کی عالمگیری پر زور دینے کا مطلب جو اس حدیث کعب احبار کا

موضوع ہے ان طبعی رشتوں کا بیکار محض یا بے اعتبار محض ہونا نہ سمجھ لیا جائے۔

حدیث کی اس پتھر اور بت کی مثال سے یہ بھی واضح ہوا کہ خدا کے اس آخری دین میں مذاہب باطلہ کی سی رسوم اور وضع بندیاں اور دھاتوں کے سے رنگ روپ نہ ہوں گے بلکہ وہ رسوم سے بالاتر محض اپنی ہی فطری شکل اور اور طبعی صوت لے کر آئے گا۔ سادہ اور قدرتی اور پورے دین کی وحدانی صورت ہوگی جس طرح اس گرنے والے پتھر کی بت کی دھاتوں کی ڈھلی ہوئی رسوم اور شکلیں نہ تھیں اور نہ ہی اُس میں دھاتوں کا سا رنگ روپ تھا اور نہ ہی اُس میں رنگوں کی اونچ نیچ تھی کہ سنہرا رنگ اوپر ہو اور روپہلا وغیرہ اُس سے نیچے بلکہ اُس کی اپنی ہی طبعی شکل تھی سادگی تھی اور شکل میں واحدانیت تھی۔ گویا عالم مثال میں بھی اس قومیتوں کے بت کے متشکل اعضاء توڑنے کیلئے کوئی متشکل چیز ہتھوڑا یا گرز وغیرہ کی صورت و شکل نہیں دکھائی گئی بلکہ حد بندیوں اور رسوم سے بالاتر فطری اور سادہ شکل نمایاں کی گئی جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ آخری دین رسوم و رواج کی مقررہ صورتوں کا دین نہ ہوگا بلکہ ہر حد بندی سے بالاتر قدرتی سادگی لے کر آئے گا جس ے ذریعہ بناوٹی رسم و رواج مٹائے جائیں گے۔

ساتھ ہی پتھر کا آسمان سے اترنا اور بت کا فضا میں معلق ہونا ادھر اشارہ ہے کہ قومیتوں کے اونچ نیچ کا یہ مذہب بے بنیاد اور پادر ہوا ہوگا جس کی نہ کوئی جڑ ہوگی نہ کوئی اساس ہوگی جس پر وہ ٹکا ہوا ہو۔ بلکہ محض قوموں کے غلبۂ و مغلوبیت اور زبردستی کے معیار سے پیدا شدہ ایک بے اساس مذہب ہوگا۔ البتہ اُسے پاش پاش کرنے والا مذہب آسمانی ہوگا جو آسمان سے اترے گا اور اُس کی جڑ بنیاد وہی آسمانی ہوگی۔ ساتھ ہی ان نسلی اور قومی مذہبوں کو بت کی صورت اور آسمانی مذہب کو پتھر کی صورت میں پیش کرنے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آسمانی مذہب کا پہلا کام بُت گری ہے۔

بہر حال اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ انبیاء سابقین بھی اس کی پیشگوئی کرتے آرہے تھے کہ اسلام کا نصب العین ہی قومیتوں کے اُن رنگین اور سنگین بتوں کو توڑ ڈالنا ہے جو دنیا میں اونچ نیچ پیدا کر کے بالآخر فرقہ وارانہ کشاکشی کی بنیادیں ڈالنے کا باعث ہوئے اور مخلوق خدا کو سینکڑوں جنبوں میں

بانٹ کراُن میں نفرت باہمی اور تعصّبات مابینی قائم کردیئے جس سے کچھ قومیں بزعم خود ہمیشہ کیلئے اونچ اور کچھ نیچ ہوگئیں۔کوئی سر کی اولاد اور سونا بن گیا اور کوئی پیر کی اولاد اور مٹی بن گیا۔اس طرح وہ انسانی کنبہ جو اپنی انسانیت میں مساوی اور یکساں سلوک کا متقاضی تھا اونچ نیچ کی نذر ہوکر نفرت باہمی کا شکار ہوگیا جس سے قانونی طور پر دنیا میں فتنہ وفساد کی آگ پھیل گئی۔

اگر فی الحقیقت آج کی دنیا اس قسم کے مذاہب سے تنگ آکر مذہب سے الگ ایک جداگانہ قومیت وطن وغیرہ کے نام پر قائم کرنے کیلئے مجبور ہوگئی ہے تو وہ بلاشبہ معذور ہے اور اُسے کبھی بھی کوئی عمومی خوشحالی نصیب نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اس قسم کے فرقہ پرور مذاہب کا بائیکاٹ کرکے دنیا سے اُنھیں نیست ونابود نہ کردے۔لیکن مرض کو صحیح سمجھ کر اُس نے جو علاج تجویز کیا ہے وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے کیونکہ مذہب کی جگہ وطن وغیرہ کو رکھ دینے سے فرقہ واریت کا خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ فرقہ واریت کا صرف چولہ بدل جاتا ہے۔

مذہبی فرقہ واریت کے بجائے وطنی، نسلی، قومی اور مالی فرقہ واریت آجاتی ہے اور وہی نفرت انگیز اونچ نیچ تبدیل معیار کے ساتھ بدستور قائم رہتی ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بھیانک اور مہلک شکل میں آجاتی ہے جس سے پوری دنیا کا امن وسکون خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔اس لیے اُس کا صحیح علاج یہ ہے کہ صرف اُسی مسلک اور اِزم کو اپنایا جائے جس کا سنگِ بنیاد ہی اس فرقہ وارانہ اونچ نیچ کو مٹانے پر رکھا گیا ہے اور اُس نے مذہبی، نسلی، قومی، مالی، سیاسی اور وطنی اونچ نیچ کو مٹا کر پوری دنیا کو مساوات اور عالمگیر اخوت کا درس دیا۔ان فرقہ پرور حدبندیوں کے معیاروں کو ختم کرکے صرف انسانیت کے معیار سے پوری دنیا کو ایک سطح پر لاکر کھڑا کردیا ہے۔اُس نے بڑائی، چھوٹائی کا اگر اعتبار بھی کیا ہے تو صرف اس حدتک کہ جو کسب کمال سے پیدا ہوکر خود بخود انسانوں کے دلوں میں گھر کرے۔انسانوں کو بلا کسی دباؤ کے اس فرق مراتب پر طبعاً مجبور کردے جیسے عالم کی غیر عالم، پر متقی کی غیر متقی پر، پارسا کی غیر پارسا پر فوقیت بلا کسی اکراہ واجبار اور مضبوعیت کے خود بخود دل قبول کرلیتے ہیں اور ان میں باکمال باعزت ہوجاتا ہے اور بےکمال بےوقعت۔

رحمت خداوندی کی وسعت

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا: ''سابقہ قوم میں ایک آدمی تھا جس نے نوسونناوے آدمی قتل کیے تھے (اس کوندامت ہوئی) اس نے لوگوں سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کا پتہ معلوم کیا تو اس کو ایک راہب کا پتہ بتایا گیا چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس نے نوسونناوے آدمی قتل کیے ہیں، کیا اس کے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس راہب نے کہا کہ، نہیں، یہ سن کر اس نے اس کو بھی قتل کر دیا، اس طرح سو کا عدد پورا کر دیا، پھر اس نے لوگوں سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے ایک عالم کی طرف اس کی رہنمائی کردی، چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس نے سو جانیں قتل کی ہیں، کیا اس کے لیے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں، بالکل ہے، بھلا اس کے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہوسکتا ہے؟ تم ایسا کرو کہ فلاں علاقہ میں چلے جاؤ، وہاں تمہیں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے ملیں گے تم ان میں شامل ہوکر اللہ کی عبادت اور بندگی شروع کر دینا اور اپنے علاقہ میں واپس ہرگز نہ آنا کیوں کہ یہ برا علاقہ ہے، چنانچہ وہ چل پڑا۔ ابھی آدھے راستہ پر تھا کہ موت کا وقت قریب آ گیا، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں بحث کرنے لگے، رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ شخص تائب ہوکر اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر کے نکلا تھا اس لیے اس کی روح ہم قبض کریں گے، عذاب والے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے تو کبھی کوئی نیکی ہی نہیں کی۔ اس لیے ہم اس کی روح قبض کریں گے، پھر ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا اور اس نے ان کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے کہا کہ دونوں زمینوں کے درمیان کا فاصلہ پیائش کر لو جس طرف زیادہ قریب ہو اس کا حکم لگایا جائے، چنانچہ جب پیائش کی گئی تو اس زمین (علاقہ) کے زیادہ قریب پایا گیا جس طرف جانے کا وہ ارادہ رکھتا تھا۔ چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح کو قبض کیا۔

[اخرجہ البخاری (۳۴۸۰) ومسلم (۲۷۶۶)]

بھول وچوک اور انکار انسان کی طبیعت میں داخل ہے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی ہر جان (ذی روح مخلوق) جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل میں پیدا کرنا تھا، نکل آئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان روشنی کی ایک چمک پیدا کر دی، پھر ان سب کو آدمؑ کے روبرو لا کھڑا کیا۔ آدمؑ نے پوچھا، اے میرے رب! یہ سب کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب تمہاری اولاد ہے، آدمؑ نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا تو اس کی دو آنکھوں کے درمیان چمک ان کو بہت بھلی لگی، آدمؑ نے پوچھا پروردگار! یہ شخص کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ایک آدمی ہے جو تیری ہی اولاد میں سے آخر امت میں ہوگا، جس کا نام ’’داؤد‘‘ ہوگا، آدمؑ نے پوچھا، پرودگار! آپ نے اس کی عمر کتنی رکھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساٹھ سال، آدمؑ نے کہا کہ پروردگار! اس کو میری عمر میں سے چالیس سال مزید دیدیں، جب حضرت آدمؑ کی عمر پوری ہوگئی تو موت کا فرشتہ آ پہنچا، حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ کیا ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتہ نے کہا کیا آپ نے وہ چالیس سال حضرت داؤدؑ کو نہیں دے دیئے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ آدمؑ نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے، وہ بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھولتی ہے، ان سے خطا ہوئی تو ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے‘‘۔ [اخرجہ الترمذی (۲۸۷۸) وابن خزیمہ فی التوحید (۶۷) وابن حبان (۶۱۶۷) واحمد (۲۵۱/۱)]

فوائد حدیث

۱۔ ہر چیز پر خدا تعالیٰ کی قدرت نافذ ہوتی ہے، جب وہ ذات کسی کام کا ارادہ فرمالے تو کوئی چیز اس کے سامنے حائل نہیں ہوسکتی، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۔ معلوم ہوا کہ حضرت آدمؑ ابوالبشر ہیں۔

۳۔ حضرت آدمؑ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ عنقریب ان کی پشت سے یہ ساری خلقت پیدا ہونے والی ہے۔

۴۔ حضرت داؤدؑ کو خصوصی طور پر زیادہ حسن وچمک عطا کیا گیا تاکہ آدمؑ اس کے ذریعہ ان کو پہچان سکیں۔

ان کا کلام شرح ہے ، ام الکتاب کی

شاعر اسلام سید امین گیلانی صاحبؒ

خوشبو جو آرہی ہے دہن سے گلاب کی
میں مدح کررہا ہوں رسالتؐ مآب کی

چہرہ جب ان کا میرے تصور میں آگیا
آنکھوں میں بس گئی ہے ضیا ماہتاب کی

بخشش کا ، ان کی چشم کرم پر ہے انحصار
کچھ حیثیت نہیں ہے گناہ وثواب کی

امید کیوں نہ رکھوں وہ ہیں رحمت تمام
رکھ لیں گے لاج وہ مری چشم پر آب کی

امی لقب کے علم کی اللہ رے یہ شان
ان کا کلام شرح ہے ام الکتاب کی

دیکھا جسے حضورؐ نے ایسا لگا اسے
دل میں اتر گئی ہے کرن آفتاب کی

محبوب چن لیا جو خدا کے حبیبؐ کو
دیتا نہ کیوں وہ داد مرے انتخاب کی

لے لے ان کا نام تڑپتا ہوں رات دن
لذت نہ آپ پوچھیں مرے اضطراب کی

چپ چاپ ان کے درپہ میں بیٹھا رہا امین
ہمت کہاں تھی مجھ میں سوال وجواب کی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے اقوال

☆ اہل وعیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت مت کرو کہ ضروری کاموں میں فتور آئے۔

☆ حق تعالیٰ کی رضا شیخ کی رضامندی سے وابستہ ہے۔

☆ سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

☆ واسطے اور وسیلے جس قدر زیادہ ہوں اسی قدر راستہ نزدیک اور روشن ہوتا ہے۔

☆ محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔

☆ دنیا میں آرام کا خواہاں احمق اور عقل سے دور ہے۔

☆ تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج انسان ہے۔

☆ علم ایک حقیقت ہے اور جہالت عدم علم۔

☆ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے خواہ مومن ہو یا کافر۔

☆ اس دشمن کا قابو میں لانا انتہائی مشکل ہے جو اطاعت کی راہ سے آئے۔

☆ ظاہر اصل میں باطن کا نمونہ ہوتا ہے۔

☆ کوئی جاہل ولی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

☆ تنہا پسندی یا گوشہ نشینی بے کار اشغال سے منہ موڑنے کا نام ہے۔

☆ دنیا کی مصیبتیں بظاہر زخم کی طرح تکلیف دہ ہیں لیکن اصل میں وہ ترقیوں کا باعث ہیں۔

☆ آخرت کا کام کر۔ دنیا کا کل پر چھوڑ دے۔

☆ بچوں پر پیار آنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔

☆ خدا کے دشمنوں سے محبت کرنا خدا کے ساتھ دشمنی ہے۔

☆ جس کے پاس بیوی، گھر، نوکر اور سواری ہو وہ بادشاہ ہے۔

☆ عمل کی سستی پر مغفرت کی امید ہے لیکن بداعتقادی پر نہیں۔

☆اہل اللہ سے کرامت تلاش کرو نہ ان کے وجود کو ہی کرامت جان۔

☆زندگی کی فرصت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب یا راحت اسی پر مرتب ہے۔

☆عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بھی بدکاری میں داخل ہے اور اس کا باریک کپڑے پہننا ننگی ہونے کے حکم میں ہے۔

☆متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔

☆احسان ہر جگہ بہتر ہے لیکن ہمسائے کے ساتھ بہترین ہے۔

☆نیک بات دوستوں کو پہنچا دے اور مخالفین سے بحث نہ کر۔

☆دوست کے ناراض ہونے کے خیال سے سچی بات نہ کہنا حق دوستی کو پورا نہیں کرتا۔

☆اہل خانہ تمہاری رعیت ہیں اور تم ان کی نسبت پوچھے جاؤ گے۔

☆اپنی حاجت پر دوسروں کی حاجت کو مقدم رکھنا ہی حقیقی کرم ہے۔

☆ذکر سے مراد غفلت کو دور کرنا ہے۔

☆جس رب تعالیٰ نے زبان کو بولنے کی قوت عطا کی وہی قلب کو قوتِ ذکر عطا فرماتا ہے۔

☆گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔

☆دل آنکھ کے تابع ہے آنکھ کے بگڑ جانے کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے اور دل کے بگڑ جانے کے بعد شرم گاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔

☆اسلام غریبوں ہی میں ظاہر ہوا اور عنقریب غریبوں ہی میں رہ جائے گا۔

☆دولت مندی سے زیادہ کوئی چیز ایمان میں خلل انداز نہیں ہے ہمارا طریق صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے شہرت میں آفت ہے۔

☆کمزور پر حملہ کرنا بزدلی ہے اور ہم پلہ پر بدخلقی اور زبردست پر شوخ چشمی ہے۔

☆خدا کو خدا جاننا یہ ہے کہ شرک نہ کرے اور رسول ﷺ کو رسول ﷺ سمجھنا یہ ہے کہ ان کے سوا کسی کی پیروی نہ کرے۔

☆نرم خو اور متواضع کے لیے جہنم حرام جس کو نرمی عطا ہوئی اس کو دنیا و آخرت عطا ہوئی۔

☆حق تعالیٰ کو حق تعالیٰ ہی سے پا سکتے ہیں نہ کہ تفکر و تخیل سے ضروری حاجتیں دنیا طلبی میں داخل نہیں

ہیں۔

☆ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قریب اور ساتھ ہے لیکن یہ قرب اور معیت ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

☆ شیخ کامل کی صحبت سرخ گندھک یعنی کیمیا ہے اس کی نظر دوا اور اس کی بات شفا ہے۔

☆ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمالی چہرہ پر بدنما داغ ہے۔

☆ دنیا ظاہر میں میٹھی ہے اور صورت میں تازگی رکھتی ہے لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور جھوٹے اسباب اور بے ہودہ گرفتاری ہے۔

☆ کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہے، جوانمرد وہ ہے جو اس وقت کو ضائع نہ کرے اور فرصت کو غنیمت جانے ممکن ہے کہ وہ بڑھاپے تک نہ پہنچے اور اگر پہنچے تو اسے طاقت حاصل نہ ہو۔

☆ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس خالی ہو کر جانا چاہیے تا کہ بھرے ہوئے واپس آئیں اور اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہیے تا کہ ان کو شفقت آئے اور استفادہ کی راہ کھل جائے۔

☆ سعادت مند وہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو گیا ہو۔

☆ اہل وعیال کی رضامندی کے لیے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا اور آخرت کا عذاب اختیار کرنا عقل سے دوری ہے۔

☆ اے فرزند! فرصت، صحت اور فراغت کو غنیمت جاننا چاہیے اور ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔

☆ فرصت کو غنیمت جانیں اور خیال رکھیں کہ عمر بے ہودہ امور میں صرف نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں بسر ہو۔

☆ نماز تہجد کو لازم پکڑیں کیونکہ طریقت کی ضروریات میں سے ہے۔

☆ لقمہ کھانے میں احتیاط رکھیں یہ ٹھیک نہیں کہ جو کچھ آیا اور جس جگہ سے آیا جلدی سے کھا لیا اور حلال وحرام کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔

☆ اگر اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ عمل کے عوض دنیا وآخرت بھی دے دیں تو بھی سمجھو کہ کچھ نہیں دیا۔

☆ بھائی کا حق اس جگہ معاف کرا لے ورنہ وہاں نیکیاں دینی پڑیں گی۔

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

اے اللہ! رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا

اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو، آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے، زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے، آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل، کھیتیاں، باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں، تم وہاں کا مال یہاں، یہاں کا وہاں لے جاؤ، لے آؤ۔ نفع حاصل کرو، تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں، تم ان کا پانی پیو، پلاؤ، ان سے کھیتیاں کرو، نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ دائما چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں۔ مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں، نہ ان میں ٹکراؤ ہو، نہ آگے پیچھے ہوں، دن رات انہی کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ وہ رب العالمین بابرکت ہے، کبھی دنوں کو بڑا کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے۔ وہ خدا عزیز وغفار ہے، تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لیے مہیا کر دیں ہیں، تم اپنے حال وقال جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دیا ہے، مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی۔ اس کا ہاتھ نہیں رکتا، تو بھلا رب کی نعمتوں کا شکریہ تم کیا ادا کرو گے؟ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ خدا کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور خدا کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں۔ لوگو! صبح وشام توبہ، استغفار کرتے رہو۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا! تیرے ہی لیے سب حمد وثناء

سزاوار ہے۔ ہماری ثنائیں ناکافی ہیں پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں، خدایا تو معاف فرما۔ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر پورا ادا نہیں ہوسکتا، تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

[تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۷۷]

عبداللہ بن سلام مکہ مکرمہ عید منانے گئے اور اللہ نے اسلام دے دیا

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے علماء یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے اپنے باپ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی مسجد میں جا کر عید منائیں۔ مکہ مکرمہ پہنچے، آنحضرت ﷺ یہیں تھے۔ یہ لوگ جب حج سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔

اس وقت آپ ﷺ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے، اور لوگ بھی آپ ﷺ کے پاس تھے، یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: قریب آؤ۔

جب قریب ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا، آپ خدا کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمایئے۔ اسی وقت جبرائیلؑ آئے، آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کہو: قل ھواللہ احد، آپ ﷺ نے پوری سورۃ پڑھ سنائی۔ ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا، مسلمان ہو گئے، مدینے واپس چلے آئے لیکن اسلام کو چھپائے رہے۔ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینے پہنچے، اس وقت آپؓ کھجور کے ایک درخت سے پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے، جب آپؓ کو خبر پہنچی، اسی وقت درخت سے کود پڑے۔ ماں کہنے لگیں کہ اگر (حضرت) موسیٰ بھی آجاتے تو تم درخت سے نہ کودتے، کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماجی (حضرت) موسیٰؑ کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے خاتم النبین ﷺ کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔ [تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۵۴]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم نے عجیب دل ہلانے والی نصیحت کی

ابن حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو حضرت ابو درداءؓ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ:

تمہیں شرم نہیں آتی، تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم کھا نہیں سکتے، تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے، تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے، تم سے اگلے لوگوں نے بھی دولتیں جمع جتھا کر کے سنبھال سنبھال کر رکھی تھیں بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کیے تھے، بڑی بڑی آروزئیں باندھی تھیں، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکہ میں رہ گئے، ان کی جمع پونجی برباد ہوگئی، ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں، عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟۔[تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ۴۱]

شیطان شکار کھیلنا جانتا ہے

اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے اور اپنے تقویٰ کا حکم فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے: ''اس دن سے باپ اپنے بچے کے یا بچہ اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گا، ایک دوسرے کا فدیہ نہ ہو سکے گا، تم دنیا پر اعتماد نہ کرلو اور دارِ آخرت کو فراموش نہ کر جاؤ، شیطان کے فریب میں نہ آ جاؤ، وہ صرف ٹٹّی کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے''۔

ابن حاتم میں ہے کہ، عزیرؑ نے جب اپنی قوم کی تکلیف ملاحظہ کی اور غم ورنج بہت بڑھ گیا، نیند اچاٹ ہوگئی تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف جھک پڑے۔ فرماتے ہیں، میں نے نہایت تضرع وزاری کی، خوب رویا گڑگڑایا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، دعائیں مانگیں۔ ایک مرتبہ روز تضرع کر رہا تھا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ آ گیا، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا نیک لوگ بروں کی شفاعت کریں گے؟ یا باپ بیٹوں کے کام آئیں گے؟

اس نے فرمایا، قیامت کے دن جھگڑوں کے فیصلوں کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ خود سامنے ہوگا، کوئی بغیر اس کی اجازت کے لب نہ ہلا سکے گا، کسی کو دوسرے کے بارے میں نہ پکڑا جائے گا، نہ باپ بیٹے کے بدلے نہ باپ کے بدلے نہ بھائی بھائی کے بدلے، نہ غلام آقا کے بدلے، نہ کوئی کسی کا رنج وغم کرے گا نہ کسی کو کسی سے شفقت ومحبت ہوگی۔

نہ ایک دوسرے کی طرف سے پکڑا جائے گا، ہر شخص آپا دھاپی میں ہوگا، ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا، ہر ایک کو اپنا رونا پڑا ہوگا، ہر ایک اپنا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا نہ کہ کسی اور کا۔[تفسیر ابن کثیر، جلد۳]

مندرجہ ذیل گیارہ آیاتیوں پر جو جم گیا وہ جنتی ہے،
رسول اللہ ﷺ کی عجیب وغریب دعاء

﴿وقدا فلح المؤمنون (١) الذین هم فی صلاتهم خاشعون (٢) والذین هم عن اللغو معرضون (٣) والذین هم لزکوٰتهم فاعلون (٤) والذین هم لفروجهم حافظون (٥) الاعلیٰ ازواجهم اوماملکت ایمانهم فانهم غیرمعلومین (٦) فمن ابتغٰی ورآ ء ذلك فآولئك هم العادون (٧)﴾

ترجمہ: ''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں کے اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں، جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں''۔

﴿والذین هم لامانٰتهم وعهدم راعون (٨)والذین هم علیٰ صلواتهم یحافظون (٩)اوآلئك هم الوارثون (١٠) الذین یرثون الفردوس هم فیها خٰلدون (١١) ﴾[سورۃ المؤمنون، آیت ۱تا۱۱]

ترجمہ: ''جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں، یہی ہیں جو فردوس کے وارث ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔

نسائی، ترمذی، مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی تو ایک ایسی میٹھی میٹھی، بھینی بھینی، ہلکی ہلکی سی آواز آواز آپ ﷺ کے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اتر چکی تو آپ ﷺ نے قبلے کی طرف متوجہ ہوکر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ: ''خدایا! تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر ہمارا اکرام اہانت نہ کر، ہمیں انعام عطا فرما محروم نہ رکھ، ہمیں دوسروں پر اختیار کر لے ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما، ہم سے تو خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے''۔

پھر فرمایا: مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جو ان پر جم گیا وہ جنتی ہو گیا۔[تفسیر ابن کثیر، جلد۳، صفحہ۴۴۶]



حکمت کے موتی

قاضی ابو یوسفؒ خلیفہ ہاروالرشید کے زمانے میں چیف جسٹس تھے۔ایک مرتبہ جمعہ کے روز ایک شخص ہارون الرشید کے سامنے کھڑا ہوا جبکہ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔اس شخص نے ہارون الرشید سے کہا:

''خدا کی قسم!تم دولت کی تقسیم میں مساوات نہیں کرتے نہ رعیت کے ساتھ عدل کرتے ہو تم نے یہ کیا اور وہ کیا''۔

ہارون کے حکم سے وہ شخص فوراً گرفتار کرلیا گیا اور نماز جمعہ کے بعد اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

ہارون نے امام ابو یوسف کو بلایا وہ جب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ شخص ہتھکڑی اور بیڑی میں جکڑا کھڑا ہے۔جلاد اس کے سر پر کوڑے لیے کھڑے ہیں۔

ہارون امام ابو یوسف کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا:

''اے یعقوب!اس شخص نے مجھ سے ایسی باتیں کہیں جو آج تک کسی کو کہنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی''۔

امام ابو یوسف نے کہا: ''امیر المؤمنین!اس میں کونسی بات ہوگئی؟

اس کی طرح کی باتیں تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی کی گئی ہیں اور آپؐ نے معاف کردیا ہے اور درگزر سے کام لیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپؐ کو قسم دی کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ عدل کیجیے، آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''اگر میں عدل نہ کروں گا کون کریگا؟''

اور اسے معاف فرمادیا۔ایک مرتبہ اس سے بھی زیادہ سنگین واقعہ پیش آیا زبیرؓ اور ایک انصاری مدعی اور مدعا علیہ بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے انکا مقدمہ سن کر زبیرؓ کے حق میں فیصلہ کردیا۔اس پر انصاری نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ فیصلہ آپؐ نے اس لیے کیا

ہے کہ زبیرؓ آپؐ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں''؟

آپؐ نے یہ سنا اور معاف کر دیا''۔ امام ابو یوسف کی یہ باتیں سن کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے اس شخص کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔

عزیز دوستو! غصہ پی جانا اور ناگوار بات کہنے والے کو معاف کرنا اعلیٰ درجہ کا اخلاق ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ اس سے دونوں جہانوں میں بھلا ہو گا۔

سچ کی برکت

حضرت حسن بصریؒ ایک بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں ان پر حجاج بن یوسف نے جو عراق کا گورنر تھا بہت ظلم کیے۔ ایک دفعہ آپ کو پکڑنے کے لیے آپ کی طرف چلا۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ اپنے حجرے سے نکل کر سیدھے حضرت حبیب عجمیؒ کی عبادت گاہ میں آ کر چھپ گئے۔

یہ بھی بہت باکمال بزرگ تھے۔ حجاج بھی حضرت حسن بصریؒ کے پیچھے وہاں آ پہنچا اور حضرت حبیب عجمیؒ سے پوچھا:

''کیا تم نے حسن بصریؒ کو دیکھا ہے''؟

آپ نے جواب دیا۔ ہاں اندر میری عبادت گاہ میں چھپا ہوا ہے۔ حجاج اندر گیا مگر حضرت حسن بصریؒ کو کہیں نہ پا سکا اور باہر آ کر حضرت حبیب عجمیؒ سے کہنے لگا:

''تو نے جھوٹ کیوں بولا ہے؟ حسن بصری اندر نہیں ہے''۔

آپ نے فرمایا: ''خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا وہ اندر ہی ہیں''۔

اس طرح حجاج دو تین بار اندر گیا اور ہر طرف حضرت حسن بصریؒ کو تلاش کیا۔ مگر آپ اسے کہیں نظر نہ آئے۔ آخر تھک ہار کر وہ واپس چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت حسن بصریؒ باہر آئے اور فرمایا:

''اے حبیب! میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری برکت سے مجھے گرفتار ہونے سے بچا لیا''۔

حضرت حبیبؒ نے جواب دیا:

''نہیں میری برکت سے نہیں بلکہ یہ میرے سچ بولنے کا پھل ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو ہم دونوں کو وہ رسوا کرتا۔

عزیز بچو! ہمیشہ سچ بولو۔ اللہ پاک اس کی برکت سے آپ کے سارے کام سنوار دے گا۔

خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ فیصل آباد پاکستان

حِلّیّہ

کے گذشتہ شمارے

آن لائن پڑھیے

1430 H -2008

1431 H - 2009

1432 H - 2010

1433 H - 2011

1434 H - 2012

1434 H - 2013

1435H - 2014

1436H - 2015

انٹرنیٹ ایڈریس

www.milliafsd.com